جماعت اہلحدیث کی ترجمان

ہفت روزہ

تنظیم اہلحدیث لاہور

مدیر مسئول

حافظ محمد جاوید روپڑی

جلد 56 ☆ شمارہ 17

5 جمادی الثانی ☆ 1433ھ

27 اپریل ☆ 2012ء

C.P.L - 104

فون: 7656730 / 7670968 فیکس : 7659847

مجلس ادارت

مدیر اعلیٰ: شیخ الحدیث حافظ عبدالغفار روپڑی

مدیر: پروفیسر میاں عبدالمجید

مدیر انتظامی : حافظ عبدالوہاب روپڑی

معاون مدیر : حافظ عبدالجبار مدنی

نائب مدیر انتظامی : مولانا عبداللطیف حلیم

منیجر: شہادت طور

0300-4583187

کمپوزنگ/ڈیزائننگ : وقار عظیم بھٹی

0300-4184081

فہرست

اداریہ	3
الاستفتاء	5
تفسیر سورۃ النساء	8
کامیاب مدرس کے اوصاف......	12
اب بھی توبہ کا وقت ہے	15
آہ! حافظ عبدالرشید اظہر	18

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

زر تعاون

فی پرچہ - 7 روپے

سالانہ - 300 روپے

بیرون ممالک 200 ریال (امریکی 50 ڈالر)

مقام اشاعت

ہفت روزہ "تنظیم اہلحدیث" رحمٰن گلی نمبر 5

چوک دالگراں لاہور 54000

اداریہ

پروفیسر میاں عبدالمجید

چلاس کا اندوہناک سانحہ؟ کیوں؟

وطن کی فکر کر ناداں مصیبت آنے والی ہے!

یوں وطن عزیز کا مکمل جسد ہی خونچکاں ہے بلوچستان آتش فشاں بنا ہوا ہے اگر کہیں ایک صوبے کے لوگوں کو چن چن کر قتل کیا جا رہا ہے تو دوسری طرف ان گنت لوگوں کو غائب کر دیا گیا ہے۔ کوئی ایجنسی اس کی ذمہ داری قبول کرنے کو تیار نہیں، اعلیٰ عدالتیں حکم سناتی ہیں عملدرآمد پر کوئی تیار نہیں وہاں کھلم کھلا وطن عزیز سے بغاوت کے نعرے لگ رہے ہیں، تعلیمی اداروں اور سرکاری عمارات پر نہ پاکستان کا قومی ترانہ پڑھا جا سکتا ہے اور نہ ہی پاکستان کا قومی جھنڈا لہرایا جا سکتا ہے۔ کراچی خون میں نہا رہا ہے، آئے دن لوگ اندھی گولیوں کا نشانہ بن رہے ہیں، بازار آئے دن بند، مزدور بے روزگار اور معاشی طور پر پورے ملک کو سہارا دینے والا شہر خود معاشی تنگدستی کا شکار ہو رہا ہے۔ پورا ملک چوروں، ڈاکوؤں، رہزنوں کے رحم و کرم پر ہے کہیں حکومت نام کی کوئی چیز نظر نہیں آتی، اگر حکمران کہیں نظر آتے ہیں تو اپنی کرپشن کے دفاع میں عدلیہ سے کشتی کرتے نظر آتے ہیں پورے ملک میں مکمل طور پر جنگل کا قانون ہے۔ لاٹھیوں والے ہر بھینس کے مالک ہیں لیکن گذشتہ دنوں چلاس شہر کے نزدیک ایک مذہبی فرقے کے لوگوں نے مخالف فرقے کے لوگوں کو بسوں سے اتار کر جس طرح قتل کیا ہے اس سے نہ صرف ہمارے ان شمالی علاقہ جات گلگت بلتستان کا امن تباہ ہوا ہے بلکہ اس سے پورا ملک سوگوار ہے یہ انتہائی حساس علاقہ ہے یہاں فوجی چھاؤنیاں ہیں لیکن شاہراہ قراقرم پر جس طرح گھنٹوں انسانی خون کی ہولی کھیلی گئی ہے اس نے بہت سے سوالات کو جنم دیا ہے۔ اگرچہ پورے علاقے میں کرفیو نافذ کر کے عارضی طور پر امن قائم کر دیا گیا ہے لیکن یہ مسئلے کا مستقل حل نہیں ہے، غور طلب مسئلہ یہ ہے کہ کیا یہ فرقہ واریت کا شاخسانہ تھا یا یہ کھرا کسی اور طرف جاتا ہے۔ شاہراہ ریشم نہ صرف پاک چین دوستی کی زندہ مثال ہے بلکہ دونوں ممالک میں قرب اور رابطے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ عین اس وقت جب پاکستان کی طرف سے نیٹو افواج کی سپلائی منقطع کر دی گئی، امریکہ اور پاکستان کے تعلقات میں خلیج پیدا ہونی شروع ہو گئی، پاکستانی حکمرانوں اور مسلح افواج کی اعلیٰ قیادت کے چین سے رابطے تیز ہو گئے اور امریکہ کو یقین ہونے لگا کہ پاکستانی حکمران قوم کے ہاتھوں مجبور ہو کر اپنا رخ چین کی طرف موڑ رہے ہیں عین اس دوران پاکستان اور چین کو ملانے والی یہ سڑک نہ صرف غیر محفوظ کر دی گئی بلکہ چین کے ساتھ رابطوں کے لیے بند کر دی گئی۔ ایک طرف پاکستان اور چین کی تجارتی شاہراہ کو بند کر دیا گیا دوسری طرف اس علاقے میں اتنی کشیدگی پیدا کر دی گئی جس کو ختم کرنے میں ایک عرصہ لگے گا۔ اگرچہ گلگت میں دو مذہبی فرقے ایک دوسرے کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتے اور جنرل ضیاء الحق کے دور میں ان دونوں فرقوں کے مابین مسلح تصادم بھی ہو چکا ہے لیکن بلتستان کی تاریخ میں یہ پہلا واقعہ ہے کہ ایک فرقے کے لوگوں نے شاہراہ پر قبضہ کر کے بسوں، ویگنوں سے دوسرے فرقے کے

لوگوں کو اتار اتار کر باقاعدہ شناخت کر کے قتل کیا، اتنا بڑا سانحہ اس سے قبل کبھی وقوع پذیر نہیں ہوا اور کچھ عین اس وقت جب شاہرہ ریشم سفر کے لیے مکمل طور پر بند تھی کہ سیاچن کے محاذ پر ہماری چیک پوسٹ پر برفانی تودہ گر گیا۔ اس تودہ اور اس سے قبل 2005 کے زلزلے اور 2010ء کے سیلاب کے سلسلے میں گذشتہ اداریہ پر راقم الحروف لکھ چکا ہے اگرچہ بہت دوستوں نے اس سلسلہ میں میری تحریر کی تائید کی لیکن مؤقر ماہنامے "الخطیب" کے محترم مدیر جناب حکیم عبدالوحید سلیمانی صاحب نے نہ صرف اس موضوع پر لکھنے پر اس کو سراہا بلکہ "الخطیب" کے آئندہ شمارہ میں اس پورے اداریے کو اپنے جریدہ میں شائع کرنے کا عندیہ بھی دیا۔ اس برفانی تودے کا مصنوعی ہونے کا یہ بھی بڑا ثبوت ہے کہ اس کی کھدائی کے دوران انتہائی بدبودار گیس محسوس کی گئی ہے۔ ہر ذی شعور آدمی جانتا ہے کہ پہاڑوں پر برف جمے اور اس کے پگھلنے کے عمل میں کہیں بھی بدبو کا شائبہ تک نہیں ہوتا۔ یہی برف تو پگھل کر ہمارے دریاؤں میں آتی ہے، پھر گیاری چوکی پر گرنے والے اس برفانی تودے میں اتنی زہریلی بدبو کہاں سے آ گئی؟ صاف ظاہر ہے کہ اسی HARRP ٹیکنالوجی کا شاخسانہ ہے، کڑیوں کو ملایا جائے تو تصویر واضح ہو جاتی ہے کہ نیٹو سپلائی میں رکاوٹ امریکہ سے دوری اور چین سے قربت کا نتیجہ، شاہراہ ریشم بند اور سیاچن محاذ پر ہمارے فوجی جوانوں اور افسروں کی شہادت۔ امریکہ کی طرف سے بے رخی برتنے پر یہ ایک پیغام ہے، جسے پاکستانی قوم نے وصول کر لیا ہے اب ہماری حکومت اس پیغام کا کیا جواب دیتی ہے، مومنانہ اور مجاہدانہ، کردارانہ یا بزدلی اور ذہنی پستی اختیار کرتے ہوئے واپس امریکی جھولی میں گرنے کی پالیسی۔؟ ہماری حکومت نے دوسرا راستہ اختیار کر لیا ہے اور پارلیمنٹ کے کندھے پر رکھ کر اپنی بزدلانہ پالیسی اپنالی ہے۔ اب میں ہلکی سی جھلک ہمارے انتہائی حساس علاقوں بالخصوص ہنزہ کے بارے میں اپنے قارئین کو دکھانا چاہتا ہوں، شاہراہ ریشم پر گلگت کی حدود سے نکل جائیں تو آپ کا سفر درۂ خنجراب کی طرف شروع ہو جاتا ہے جو پاکستان اور چین کا بارڈر ہے۔ سینکڑوں کلومیٹر کے اس علاقے کو دریائے ہنزہ شمالی اور جنوبی حصوں میں تقسیم کرتا ہے، جنوبی حصہ نگر کہلاتا ہے جس کی آبادی شیعہ ہے اور شمالی علاقہ ہنزہ کہلاتا ہے جسے سیاحوں کی جنت کہا جاتا ہے یہاں کی آبادی اسماعیلی ہے دونوں فرقوں کے درمیان تعلقات کشیدہ ہی رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دلوں فرقوں کی رضامندی سے اس علاقے میں انتظامی افسران سنی العقیدہ لوگوں کو لگایا جاتا ہے۔ مجھے ان دونوں فرقوں کے مذہبی اعتقادات سے محبت نہیں ہے میں محض جغرافیائی حالات بیان کرنا چاہتا ہوں۔ ہنزہ کی پوری وادی میں کوئی شیعہ نہیں، سنیوں کے دو گھر ہیں ایک کریم آباد میں مشغول صدیقی صاحب کا گھرانہ جو کہ اہلحدیث ہے اور ایک علی آباد میں خیر اللہ خان جو کہ دیوبند مسلک سے تعلق رکھتے ہیں۔ علی آباد میں جامعہ اہلحدیث غواڑی والوں نے ایک مسجد تعمیر کی ہے، لیکن امام دیوبندی ہوتا ہے اور عام طور پر سکردو کے علاقے سے بھیجا جاتا ہے۔ اسماعیلی عقیدے کے مطابق ان کا امام اللہ کا اوتار ہوتا ہے ان کی ہر دوکان، گھر، حتیٰ کہ جماعت خانے میں بھی پرنس آغا کریم کی تصاویر ضروری ہیں۔ بعض لوگوں سے سنا ہے کہ کچھ لوگ اس تصویر کو سجدہ بھی کرتے ہیں لیکن میں اس سلسلے میں کچھ نہیں جانتا۔ بہرحال یہ حقیقت ہے کہ اس فرقے کے لوگ اپنے امام کے حکم کو اللہ کا حکم ہی سمجھتے ہیں، اب یہ بات تو کار پردازان حکومت ہی سمجھ سکتے ہیں یا وہ مذہبی رہنما جو کہ وطن عزیز میں تمام نازک موضوعات پر مستقل تحریکیں قائم کیے ہوئے ہیں اور اندرون ملک، بیرون ملک ان کی چندہ جاتی تنظیمیں ہمیشہ سرگرم عمل رہتی ہیں۔ انہیں یہ کیوں نظر نہیں آتا ہے پرنس کریم آغا کے ایک حکم پر اس خطے میں کیا تبدیلی واقع ہو سکتی ہے۔ پاکستان اور چین کے درمیان اس ریڑھ کی ہڈی کو اتنا مخدوش کیوں رکھا گیا ہے؟ یہ خطہ نہ صرف قیمتی پتھروں، زمرد، یاقوت، نیلم، کامرین اور دیگر قسم کے پتھروں اور معدنیات سے مالا مال ہے بلکہ ہنزہ کے سیب، آلو بخارا، انگور، خرمانی، توت، آڑو، بادام، ناشپاتی، گبو گوشہ، اخروٹ، ذائقے کے اعتبار سے پوری دنیا میں منفرد ہیں۔ ادھر گلگت سے نکلتے ہی ہمارا پوٹھی کا برنہوش پہاڑی سلسلہ ہی راکاپوشی کا برفپوش پہاڑی آپ کے ساتھ ساتھ چلتا جائے گا، پھلوں سے لدے ہوئے کھیت، برفانی پہاڑ، قدرتی چشمے اور جھیلیں ایسی ہیں جس نے اس علاقے کے حسن کو دنیا بھر میں مشہور کیا ہوا ہے۔ اسی لیے اسے سیاحوں کی جنت کہا جاتا ہے۔ دوسری طرف تو اقوام کو دنیا کی چھت کہا جاتا ہے، ہنزہ میں بیٹھے ہوئے آپ کے اردگرد ممالک جو کہ پہاڑی دروں کی وجہ سے آپ کے نزدیک تر ہیں چین، روس، آزاد شدہ ریاستیں، ہندوستان اور پاکستان میں تو آپ بیٹھے ہی ہوتے ہیں۔ کہتے ہیں یہاں سے اندرونی راستوں کے ذریعے افغانستان بھی قریب ہے۔ امریکہ بہادر دنیا کی اس چھت پر حریصانہ نگاہیں نہ لگائے یہ ناممکن ہے چونکہ موضوع بہت حساس ہے اس لیے کچھ حقائق کو جانتے ہوئے بھی بیان نہیں کیا جا سکتا کہ امریکہ اس علاقے میں اپنے اثر و رسوخ کے لیے کیا کیا کوششیں کر چکا ہے چونکہ ہنزہ کا بارڈر چین سے ملتا ہے، جب پاکستان امریکہ کی طفیلی ریاست ہے تو امریکہ کیوں نہ یہاں چین کے سر کے اوپر آ کر بیٹھے

میری پاکستان کے مذہبی رہنماؤں سے دردمندانہ اپیل ہے کہ ہنزہ پاکستان کا حصہ ہے وہاں مسجد موجود ہے، آپ لوگوں کو ترغیب دیں کہ رفتہ رفتہ اس حساس خطے میں آباد ہوں تا کہ اس پر کسی ایک فرقے کی اجارہ داری نہ رہے اور ہمارے ذہن میں اُبلنے والے خدشات دور ہو سکیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ بے نظیر کے پہلے دور حکومت میں جس طرح امریکی صدر کے دوروں کے قیام کے لیے کریم آباد کے قلع کی تزئین و آرائش کر دی گئی تھی اور پھر نہ معلوم کہاں سے اس پروگرام کو رکوایا گیا؟ دل میں انجانے وسوسے ابھرتے رہتے ہیں کہ تقریباً 19/20 سال کے بعد پھر کہیں کریم آباد کے قلعے کی تزئین و آرائش نہ شروع ہو جائے اس وقت بھی صرف نوائے وقت نے اپنے اداریے میں اس سانحہ کو مختصر سی جگہ دی تھی، کسی اور اخبار نے تو لکھنے کی جرأت بھی نہیں کی تھی۔ اس وقت دن میں دو دو بار ہیلی کاپٹروں کو چکر لگاتے دیکھ کر اللہ تعالیٰ کے حضور وطن عزیز کی سلامتی کی دعائیں کرتے تھے۔ اب بھی ڈرتے ہیں کہ شاہراہ ریشم کی خونچکاں داستاں اور گیاری سیکٹر کے المناک سانحے کے بعد کریم آباد کی پہاڑیوں میں ہیلی کاپٹر چکر نہ لگانا شروع کر دیں۔ وطن عزیز کی محب وطن سیاسی جماعتیں، دینی جماعتیں گلگت میں امن قائم کرنے اور فرقہ وارانہ کشیدگی کو ختم کرنے میں اپنا کردار ادا کریں، یہی حب وطن کا تقاضا ہے۔ اللہ تعالیٰ ملک پاکستان کی حفاظت فرمائے۔ آمین

☆..........☆..........☆

الاستفتاء

مفتی عبید اللہ خاں عفیف

میت کو غسل دینے کے متعلق احکام و مسائل

1۔سوال: میت کو غسل دینے کا طریقہ بیان فرمائیں؟ سائل: محمد اسماعیل بلوچ (چک 531 گ، ب)

2۔سوال: غسل کے وقت میت کا منہ کس طرف ہونا چاہیے؟ سائل: محمد اسماعیل بلوچ ولد مولوی محمد حسین

3۔سوال: کیا کسی حدیث میں سات دفعہ میت کو غسل دینے کا ثبوت موجود ہے؟ سائل مذکور (4) سوال: بم دھماکہ میں کٹے پھٹے انسانی جسم کے اعضاء کو غسل دیا جائے گا یا بغیر غسل دفن کرنا ہوگا۔ سائل: مزمل حسین طاہر، ایم اے، بی ایڈ ناظم و متولی مسجد امۃ العزیز اہلحدیث، محمدی بلاک، رحمت ٹاؤن فیصل آباد۔

5۔سوال: اگر کوئی شخص بعد میں آئے جب نماز جنازہ کی کچھ تکبیر ہو چکی ہوں تو وہ کہاں سے شروع کرے۔ سائل: ولی اللہ خان ولد مولوی محمد حسین فیروز پوری چک نمبر ۵۳۱ گ، ب فیصل آباد

6۔سوال: اگر میت کے ناخن اور بال وغیرہ بڑھے ہوئے ہوں تو کیا ان کو صاف کر دینا چاہیے یا یوں ہی غسل دے کر کفنا دیا جائے، بینوا توجروا۔ سائل: محمد اسحاق ولد ثناء اللہ چک ۵۳۱ گ، ب

جواب نمبر 1: جب میت کو غسل دینے کا ارادہ کریں تو اس کے کپڑے اتار دیں مگر بدن کا جتنا حصہ زندگی میں چھپانا ضروری ہے اس کو بے ستر نہ کریں، پھر ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر اس کا استنجا کرائیں اور بدن پر جہاں کہیں نجاست ہو تو اس کو بھی پاک کریں۔ وضوء کرائیں اور سر پر بال اور داڑھی ہوں تو خطمی سے یا کسی اور صاف کرنے والی چیز (صابون) وغیرہ استعمال کریں اور اگر میت عورت ہو تو اس کے سر کی چوٹیوں کو کھول کر اس کا سر دھوئیں پھر تین بار پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دیں اور اخیر بار میں کافور ملائیں اگر تین بار سے زیادہ غسل دینے کی ضرورت محسوس ہو تو پانچ دفعہ غسل دیں اگر پانچ سے بھی زیادہ کی ضرورت محسوس ہو تو سات مرتبہ غسل دیں مگر طاق ہو اور غسل دینے میں داہنی طرف سے شروع کریں۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی بیٹی کو غسل دے رہی تھیں، اسی حالت میں رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا کہ ان کو پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو، تین بار یا پانچ یا اس سے زیادہ اگر تم کو ضرورت معلوم ہو اور اخیر غسل میں کافور ڈالو، ایک اور روایت میں ہے کہ ان کی داہنی طرف سے اور وضوء کی جگہوں سے شروع کرو، نرمی اور آہستگی سے غسل دیں اور میت سے کوئی مکروہ اور عیب دار چیز نظر آئے تو اس کو چھپائیں اور لوگوں میں مشہور نہ کریں اور جس مکان میں غسل دیں وہاں پر پردہ کر لیں۔

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی کرے گا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ اپنے مردوں کی خوبیوں کو بیان کرو اور ان کی برائیوں کے ذکر سے باز رہو۔ (ابوداؤد، ترمذی بحوالہ مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۴۷)

علماء لکھتے ہیں کہ غسل دینے والا کوئی اچھی بات دیکھے مثلاً اس کے چہرہ کا چمکنا یا روشن ہونا یا اس سے خوشبو کی مہک آنا تو اس کو لوگوں سے بیان کرو اور اگر کوئی مکروہ بات دیکھیں مثلاً اس کے چہرے یا بدن کا سیاہ ہو جانا یا اس کی شکل وصورت کا بدل جانا یا اس سے بدبو آنا لوگوں سے ظاہر کرنا جائز نہیں۔

فقہاء حنفیہ لکھتے ہیں کہ میت کو غسل دینے کے لیے تخت یا چارپائی پر پہلے بائیں کروٹ لٹائیں تاکہ غسل دینے میں داہنی طرف سے ابتداء ہو پھر غسل دیں یہاں تک کہ اوپر سے نیچے تک تمام بدن کا غسل ہو جائے۔ یہ ایک غسل ہوا پھر داہنی طرف لٹا کر اسی طرح غسل دیں یہ دوسرا غسل ہوا پھر بائیں کروٹ پر لٹا کر اسی طرح غسل دیں یہ تیسرا غسل ہو۔

(کتاب الجنائز محدث عبدالرحمٰن مبارکپوری ص ۲۵، ۲۶)

اگر تین دفعہ غسل دینے کے بعد شرمگاہ سے کوئی غلاظت خارج ہو تو امام حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ دھو دینا کافی ہے پھر غسل دینے کی ضرورت نہیں۔ علمائے احناف کا بھی یہی قول ہے، لیکن حضرت محمد بن سیرین تابعی فرماتے ہیں کہ تین بار غسل دیا جائے اگر تین بار غسل دینے کے بعد کوئی چیز خارج ہو تو پانچ بار غسل دیا جائے اور اگر پانچ بار غسل دینے کے بعد کوئی شی خارج ہو تو سات بار غسل دیا جائے۔ امام محمد بن سیرین وہ جلیل القدر

شخصیت ہیں جو تجہیز و تکفین کے احکام و مسائل کو تمام تابعین سے زیادہ جاننے والے تھے اور انہوں نے غسل دینے کا طریقہ حضرت ام عطیہؓ سے سیکھا تھا۔ (عون المعبود شرح سنن ابی داؤد ج ۳ ص ۱۶۶)

جواب نمبر2: اس کے متعلق احادیث رسول ﷺ میں کچھ نہیں آیا لیکن بعض کے نزدیک میت قبلہ رخ ہونی چاہیے اور بعض کہتے ہیں کہ میت کے پاؤں قبلہ کی طرف ہوں۔

جواب نمبر3: ہاں صحیح مسلم شریف میں ہے: عن ام عطية (نسيبة) ... غَسِّلْنَهَا ثَلَاثًا اَوْ خَمْسًا اَوْ سَبْعًا اَوْ اَكْثَرَ مِنْ ذَالِكَ اِنْ رَاَيْتُنَّ ذَالِكَ. (صحيح مسلم ج ۱ ص ۳۰۵ وصحيح بخاری باب يجعل الكافور في الاخرة ص ۱۶۸ ۱۸۱) حضرت ام عطیہ (نسیبہ) رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بڑی لخت جگر حضرت زینبؓ کو غسل دینے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا کہ اس کو تین بار یا پانچ یا سات بار غسل دیں یا اس سے بھی زیادہ اگر تم اس کی ضرورت محسوس کرو۔

فائد نمبر(۱): حضرت ام عطیہ نسیبہ بڑی فاضلہ صحابیہ تھے اور تقریباً یہی بی بی فوت شدہ صحابیات کو غسل دیا کرتی تھیں۔ (نووی شرح مسلم ج ۱ ص ۳۰۴)

فائد نمبر(۲): حضرت ام عطیہؓ کی متفق علیہ حدیث سے ثابت ہوا کہ حسب ضرورت میت کو سات بار غسل دینا جائز ہے۔

فائدہ نمبر(۳): اگر کافور اور بیری کے پتے دستیاب نہ ہوں تو ویسے ہی سادہ گرم پانی سے غسل دے دیا جائے، قرآن مجید میں ہے: لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَا اٰتَاهَا (الطلاق)

غسل کون دے؟ کوئی متدین آدمی جو راز دار ہو غسل دے اس لیے اگر شوہر اپنی بیوی اور بیوی اپنے شوہر کو غسل دے تو بہت ہی اچھا بلکہ مسنون اور ماثور ہے دلائل حسب ذیل ہیں۔

شوہر کا بیوی غسل دینا: حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک جنازہ سے واپس تشریف لائے تو اس وقت میرے سر میں درد ہو رہا تھا اور وَرَأسَا وَرَأسَا کہتے جا رہی تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا: مَا ضَرَّكِ لَوْ مُتِّ قَبْلِيْ غَسَلْتُكِ وَكَفَّنْتُكِ وَدَفَنْتُكِ. (سنن ابن ماجه باب غسل الرجل امراته وغسل المرأة زوجها ص ۱۰۵ ودارمی بحواله مشكوٰة ص ۵۴۹) آپ ﷺ نے فرمایا اے عائشہ آپ کو فکر کا ہے کو ہے اگر تو مجھ سے پہلے فوت ہو گئی تو میں بنفس نفیس تجھے غسل دوں گا اور کفن اڑھاؤں گا اور دفن کروں گا۔ نیز ملاحظہ فرمائیں محلی ابن حزم ج ۵ ص ۱۷۵۔ لہٰذا مولانا اشرف علی تھانوی اور ڈاکٹر عبدالحی صدیقی عارفی وغیرہ علمائے احناف کا یہ فتویٰ کہ شوہر اپنی فوت شدہ بیوی کو غسل نہیں دے سکتا، حدیث کے سراسر خلاف ہے کون نہیں جانتا کہ سیدہ فاطمہ الزہراؓ کو حضرت علیؓ نے خود غسل دیا تھا۔

بیوی کا شوہر کو غسل دینا:

حضرت عائشہؓ افسوس کرتے ہوئے فرماتی ہیں: لَوْ كُنْتُ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ اَمْرِيْ مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا غَسَلَ النَّبِيَّ ﷺ. (الانساء، ابن ماجہ ج ۱ ص ۱۵۵) "اگر وہ بات مجھے پہلے سوجھ جاتی جس کا مجھے بعد میں خیال آیا تو آپ ﷺ کو آپ کی بیویوں کے سوا اور کوئی شخص غسل نہ دیتا۔"

حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ان کی زوجہ محترمہ اسماء بنت عمیسؓ نے حضرات صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں غسل دیا تھا۔ (طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۴۶، تاریخ ابن خلدون ج ۲ ص ۲۷۵ وتاریخ الخلفاء ص ۷۰ اورشرح السنة ج ۱ كتاب الجنائز والدارقطنی ج ۲ ص ۷۹) اسی طرح حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کو خود غسل دیا۔ (نیل الاوطار، ج ۴ ص ۲۷)

غیر محرم مرد اور غیر محرم عورت کا ایک دوسرے کو غسل دینا:

اگر مرد کسی ایسی جگہ مر جائے جہاں غیر محرم عورتوں کے سوا کوئی دوسرا مرد موجود نہ ہو یا کوئی عورت فوت ہو جائے کہ غیر محرم مردوں کے سوا دوسری کوئی عورت موجود نہ ہو تو امام مالک فرماتے ہیں کہ اس صورت حال میں اس مرد اور عورت کو غسل کے بجائے تیمم کرا دیا جائے مگر امام ابن حزم فرماتے ہیں کہ ایسی صورت میں غیر محرم مرد غیر محرم عورت کو اور غیر محرم عورت غیر محرم مرد کو غسل دے سکتی ہے مگر تیمم جائز نہیں وہ لکھتے ہیں:

لَوْ مَاتَ رَجُلٌ بَيْنَ نِسَاءٍ لَا رَجُلَ مَعَهُنَّ اَوْ مَاتَتْ اِمْرَأَةٌ بَيْنَ رِجَالٍ لَا نِسَاءَ مَعَهُمْ غسل النساء الرجل وغسل الرجال المرأة على ثوب كثيف بصب الماء على جميع الجسد. (محلى ابن حزم ج ۵ ص ۱۷۶)

اگر مرد مر جائے اور وہاں غیر محرم عورتوں کے سوا دوسرا کوئی مرد نہ ہو تو اور اگر عورت مر جائے اور وہاں غیر محرم مردوں کے سوا کوئی عورت نہ ہو تو اس حالت میں غیر محرم عورت مرد کو اور مرد غیر محرم عورت کو غسل دے سکتے ہیں اس صورت میں میت پر گاڑھا کپڑا ڈالا جائے اور ملے بغیر پانی بہایا جائے، غسل فرض ہے وہ صرف پانی بہانے سے حاصل ہو سکتا ہے تیمم کافی نہیں

جواب نمبر4: ایسی صورت حال میں انسانی جسم کے اعضاء کو غسل دینا چاہیے غسل دیئے بغیر ان کی تکفین تدفین جائز نہیں۔ امام ابن حزم فرماتے ہیں: ويصلى على ماوجد من الميت المسلم وانه ظفرا وشعر فما فوق ذالك ويغسل ويكفن. ج ۵ ص ۳۸ کہ مسلمان میت کے اگر صرف ناخن یا بال ہو تو نہ صرف ان کا جنازہ پڑھا جائے گا بلکہ ان کو غسل بھی دیا جائے گا اور کفن بھی پہنانا ہو گا۔

مغنی ابن قدامہ میں ہے: فان لم يوجد الا لبعض الميت فالمذهب

انہ یغسل ویصلی علیہ وھو قول الشافعی ج ۲ ص ۲۰۹ کتاب الجنائز مسئلہ ۱۶۴۱۔ اگر مسلم میت کے جسم کا کوئی عضو مثلاً ہاتھ یا پاؤں یا سر یا ٹانگ ہی ہو تو اس کو غسل دیا جائے اور اسکی نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی۔ امام شافعی کا بھی یہی قول ہے اور امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے اور ہمارے نزدیک بھی یہی صحیح ہے کہ احتیاط اسی میں ہے۔

<u>اگر غسل سے میت کے بکھرنے کا خطرہ ہو:</u>

اگر غسل دینے سے میت کے جسم کے پھٹ جانے کا اندیشہ ہو جیسے چیچک کے عارضہ میں مرنے والا یا ڈوب کر یا آگ میں جل کر فوت ہو تو ایسے مردہ کو مل کر غسل نہ دیا جائے بلکہ اس پر پانی بہادینا کافی ہے اگر پانی بہانے سے بھی میت کے ٹوٹ پھوٹ ہو جانے کا خطرہ ہو تو اس صورت میں تیمم کرا دیا جائے (مغنی ابن قدامہ ج ۲ ص ۲۰۹) اگر پانی میسر نہ ہو: تیمم کرادیا جائے جیسا کہ پانی میسر نہ ہونے کی صورت میں جنبی تیمم سے نماز پڑھ سکتا ہے

جواب نمبر 5: وہ فوت شدہ تکبیروں کی قضا کرے۔ امام زہری فرماتے ہیں: عن مالک انہ سال ابن شہاب الزھری عن الرجل یدرک بعض التکبیر علی الجنازۃ ویفوت بعضہ قال یقضی مافاتہ من ذالک۔ (مؤطا امام مالک باب التکبیر علی الجنائز ص ۲۰۹ اصح المطابع کراچی) یعنی امام مالک کہتے ہیں کہ میں نے یہ مسئلہ امام زہری سے دریافت کیا تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ اس آنے والے کی جو تکبیریں رہ جائیں ان کی قضا کرے۔ یعنی امام کے سلام کے بعد وہ پوری کرے، امام زہری کے اس قول کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مَا اَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوْا وَمَا فَاتَكُمْ فَاَتِمُّوْا. (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۸۸) یعنی جو امام کے ساتھ پاؤ پڑھ لو اور جو فوت ہو جائے تو اس کو پورا کرو۔

امام ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم المتوفی ۴۵۶ھ فرماتے ہیں من فاتہ بعض التکبیر علی الجنازۃ کبر ساعۃ یاتی ولا ینتظر تکبیر الامام فاذا سلم الامام أتم ھو مابقی من التکبیر یدعوا بین تکبیرۃ وتکبیرۃ کما کان یفعل مع الامام لقول رسول اللہ فیمن اتی الی الصلوٰۃ ان یصلی ماادرک ویتم مافاتہ وھذہ صلوۃ وماعدا ھذا فقول فاسد لا دلیل علی صحتہ لامن نص و لامن قیاس ولا قول صاحب۔ (کتاب محلی ابن حزم ج ۵ ص ۱۷۹) "وہ شخص جو امام کے ساتھ بعض تکبیرات پا نہ سکے وہ آتے ہی تکبیر کہے، امام کی تکبیر کا انتظار نہ کرے جب امام سلام پھیرے تو باقی ماندہ تکبیر بالترتیب پوری کرلے اور ان میں دعائیں وغیرہ پڑھتا رہے، جیسا کہ امام کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں، اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص پوری نماز باجماعت نہ پا سکے تو جتنی نماز امام کے ساتھ پائے وہ پڑھے جو رہ گئی ہے اس کو پورا کرے چونکہ نماز جنازہ بھی نماز ہے لہٰذا اس میں بھی اسی طرح کرنا چاہیے، اس طریقہ کے برعکس جو کچھ آراء ہیں وہ سب فاسد ہیں ان کی صحت پر دلیل نہ تو کتاب وسنت میں سے کوئی نص ہے نہ قیاس اور نہ کسی صحابی کا قول موجود ہے۔"

جواب نمبر 6: اگر میت کے ناخن اور لبیں بڑھ گئی ہوں ناخنوں کو اتارا جائے اور لبیں کٹوائی جائیں، موئے زہار (زیر ناف بال) بڑھے ہوئے ہوں تو ان کو صاف کرادیا جائے کیونکہ یہ امور فطرت میں داخل ہیں۔(۱)

جیسا کہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے: عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَشْرٌ مِنَ الْفِطْرَةِ قَصُّ الشَّارِبِ وَاَعْفَاءُ اللِّحْيَةِ وَالسِّوَاكُ وَالْاِسْتِنْشَاقُ بِالْمَاءِ وَقَصُّ الْاَظْفَارِ وَغَسْلُ الْبَرَاجِمِ وَنَتْفُ الْاِبِطِ وَحَلْقُ الْعَانَةِ وَانْتِقَاصُ الْمَاءِ يَعْنِي الْاِسْتِنْجَاءَ بِالْمَاءِ قَالَ زَكَرِيَا قَال مصعب وَنَسِيْتُ الْعَاشِرَةَ اِلَّا تَكُوْنُ الْمَضْمَضَةَ. (سنن ابی داود باب السواک من الفطرۃ ج ۱ ص ۹ .وفی سنن النسائی عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رسول اللہ ﷺ خَمْسٌ مِنَ الْفِطْرَةِ قَصُّ الشَّارِبِ وَنَتْفُ الْاِبْطِ وَتَقْلِيْمُ الْاَظْفَارِ وَالْاِسْتِحْدَادِ وَالْخِتَانِ. باب خمس من الفطرۃ ج ۱ ص ۷) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حسب ذیل دس چیزیں فطرت میں داخل ہیں، لبوں کا کاٹنا، داڑھی کو بڑھانا، مسواک کرنا، ناک میں پانی چڑھانا ناخنوں کا کاٹنا، انگلیوں کے پوروں کو اچھی طرح دھونا، بغلوں کے بال اکھاڑنا، زیر ناف بالوں کو مونڈنا اور پانی کے ساتھ استنجاء کرنا مگر حدیث کے راوی مصعب دسویں چیز بھول گئے، ان کے مطابق وہ منہ کی کلی ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ دسویں چیز ختنہ ہے جیسا کہ سنن نسائی میں حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث میں ختنہ کی تصریح موجود ہے۔ اس لیے یہ مناسب نہیں کہ ایک شخص کو رب تعالیٰ کے حضور بھیجنے کے لیے تیار کیا جائے تو اس کی حالت فطرت کے خلاف ہو۔ حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت حسن رضی اللہ عنہما میت کو تیار کرتے وقت اگر اسکے زیر ناف بال بڑھے ہوتے تو ان کو مونڈ دیتے تھے، ناخنوں کو لینا اور لبوں کو کٹوانا بھی فطرت میں داخل ہے۔ (محلی ابن حزم ج ۵ ص ۱۷۷) مذکورہ بالا احادیث اور مجدد وقت و فخر اندلس نامور محدث و فقیہ امام ابن حزم کی تحقیق کے مطابق میت کی حجامت بنانا بلاشبہ ضروری ہے۔

ھذا ما عندی واللہ اعلم.

(۱)...... یہ محترم مفتی صاحب کی رائے ہے۔ ادارے کا اس سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

☆............☆............☆

تفسیر سورۃ النسآء

(قسط نمبر22) **حافظ عبدالوہاب روپڑی** (فاضل ام القریٰ مکہ مکرمہ)

اَلَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ وَیَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَیَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّهِیْنًاo وَالَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَنْ یَّكُنِ الشَّیْطٰنُ لَهٗ قَرِیْنًا فَسَآءَ قَرِیْنًاo وَمَا ذَا عَلَیْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ وَكَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِیْمًاo اِنَّ اللّٰهَ لَا یَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً یُّضٰعِفْهَا وَیُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِیْمًاo

''ایسے لوگ (بھی اللہ کو پسند نہیں کہ) جو کنجوسی کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی کنجوسی کرنے کا حکم دیتے ہیں اور اللہ نے اپنے فضل سے جو کچھ انہیں دیا ہے اسے چھپاتے ہیں اور ہم نے کافروں کے لیے رسوا کردینے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔(۳۷) اور وہ لوگ (بھی اللہ کو پسند نہیں کہ) جو لوگوں کو دکھانے کے لیے اپنے مال خرچ کرتے ہیں اور وہ اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے اور جس شخص کا ساتھی شیطان ہو تو وہ بہت برا ساتھی ہے (۳۸) اور کیا تھا ان لوگوں پر کہ اگر وہ اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لے آتے اور جو مال اللہ نے انہیں عطا کیا تھا اس میں سے خرچ کرتے؟ اور اللہ انہیں خوب اچھی طرح جاننے والا ہے۔(۳۹) بیشک اللہ ذرہ بھر بھی ظلم نہیں کرتا اور اگر (کسی کی) کوئی نیکی ہو تو وہ اسے دگنی کردیتا ہے اور اپنی طرف سے بہت بڑا اجر بھی عطا فرماتا ہے(۴۰)۔''

مشکل الفاظ کے معانی:

اَلْبُخْل: کنجوسی۔ مُّهِیْنًا: رسوا کرنے والا۔

رِئَآ: دکھلاوا۔ قَرِیْنًا: ساتھی۔ فَسَآءَ: برا۔ مِثْقَالَ: برابر۔

ماقبل سے مناسبت: سابقہ آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حقوق اور حقوق العباد کو پورا کرنے کی تعلیم دی ہے اور اس آیت مبارکہ میں ان چیزوں کی نشاندہی کی گئی ہے جو ان حقوق کی کماحقہ ادائیگی میں رکاوٹ بنتی ہیں مثلاً کنجوسی اور ریاکاری وغیرہ۔

التوضیح: اَلَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ وَیَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے مال بھی ایک نعمت ہے، انسان کو ہر حال میں انعام باری تعالیٰ کا شکرگزار ہونا چاہیے لیکن مال کی محبت بسا اوقات انسان کو کفرانِ نعمت کی طرف لے جاتی ہے جس کی وجہ سے انسان اپنے مالک اور خالق کے حکم کے مطابق اپنے مال کو خرچ نہیں کرتا بلکہ ان مقامات پر خرچ کرنے کو اپنے مال کے ختم یا کم ہونے کا سبب قرار دیتے ہوئے اپنے ہاتھ کو روک لیتا ہے اور بسا اوقات دوسرے لوگوں کو بھی خرچ کرنے سے روکتا ہے جبکہ اس چیز کو قرآن مجید نے بخل قرار دیا ہے اور یہ بخل معاشرے میں ایک ایسی مرض ہے کہ جو معاشرے کے افراد کو راہِ حق سے دور لے جاتی ہے، اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اَیُّ دَاءٍ اَدْوَأُ مِنَ الْبُخْلِ. ''کہ بخل سے بڑھ کر اور کونسی بیماری ہوسکتی ہے۔'' (صحیح بخاری بشرح الکرمانی کتاب المغازی باب قصة عمان والبحرین ج16 ص131 رقم الحدیث 4383) بخل کیونکہ بہت بڑی بیماری ہے جس کی وجہ سے پہلی قومیں ہلاک ہوئیں، اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے اہل ایمان کو اس سے بچنے کا حکم دیا ہے اور فرمایا: اِیَّاكُمْ وَالشُّحَّ فَاِنَّهٗ اَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ. ''تم حرص اور بخل سے بچو کیونکہ اس نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کردیا تھا۔'' (مسند امام احمد بن حنبل الموسوعة الحدیثیة ج11 ص428 رقم الحدیث 6837)

مال کی حرص اور بخل انسان کو اللہ کی نافرمانی اور قطع رحمی کی طرف لے جاتی ہے، اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اَمَرَهُمْ بِالْقَطِیْعَةِ فَقَطَعُوْا وَاَمَرَهُمْ بِالْفُجُوْرِ فَجَرُوْا ''کہ اس حرص اور بخل نے انہیں قطع

رحمی پر آمادہ کیا انہوں نے قطع رحمی شروع کردی اور اس نے انہیں گناہوں پر اُبھارا تو انہوں نے گناہوں کا ارتکاب شروع کردیا۔" (سنن ابی داود کتاب الزکاۃ باب فی الشح ص 294 رقم الحدیث 1698)

وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ. بخیل آدمی اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت کو چھپا کر اس کے انکار کا مرتکب ہوتا ہے اور وہ اس کا اظہار اس لیے نہیں کرتا کہ کہیں محتاج اور مستحق لوگ اس سے سوال نہ کرنا شروع کردیں تو ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے سخت وعید سناتے ہوئے فرمایا کہ: وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا. کہ جو اللہ کی عطا کردہ نعمتیں چھپاتا ہے تو ان کے لیے ہم نے رسوا کردینے والا عذاب تیار کر رکھا ہے، گویا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر اپنی نعمت کے اثر کو دیکھنا چاہتے ہیں اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ اِذَا اَنْعَمَ عَلٰى عَبْدٍ نِعْمَةً اَحَبَّ اَنْ يُّرٰى اَثَرُ نِعْمَتِهٖ عَلَيْهِ. "کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو نعمت سے نواز دے تو وہ اس بات کو پسند فرماتا ہے کہ وہ اس بندے پر اپنی نعمت کے اثر کو دیکھے۔" (المعجم الکبیر لطبرانی ج7ص258 رقم الحدیث 14698)

وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ. متکبرین کی بری خصلتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کریں بھی تو ان کا مقصد حصولِ رضاء الٰہی نہیں ہوتا بلکہ لوگوں کے سامنے ریا اور نمود و نمائش کرنے کی غرض سے ایسا کرتے ہیں۔ آیات بالا سے معلوم ہوا کہ متکبرین اور اترانے والوں کی مندرجہ ذیل چار خصلتیں ہیں۔

(۱) بخل کرنا۔ (۲) دوسروں کو بخل کی ترغیب دینا (۳) اپنے مال کو چھپا چھپا کر رکھنا۔ (۴) خرچ کرنا بھی ہے تو شہرت و نمود کے لیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر روز صبح دو فرشتے نازل ہوتے ہیں ان میں ایک کہتا ہے: اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا "اے اللہ! خرچ کرنے والے کو بہترین نعم البدل عطا فرما" پھر دوسرا کہتا ہے...... اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا. "اے اللہ! بخل کرنے والے کے مال کو تلف فرما۔" (مسلم کتاب الزکوٰۃ باب فی المنفق الممسک ج4 جزء7 ص81 رقم الحدیث 1010)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: سب سے پہلے جن تین شخصوں کو جہنم کی آگ کا ایندھن بنایا جائے گا ان میں سے ایک سخی ہوگا کہ جسے اللہ تعالیٰ نے مال و متاع سے نوازا تھا روز قیامت کہے گا مَا تَرَكْتُ مِنْ شَيْءٍ تُحِبُّ اَنْ يُّنْفَقَ فِيْهِ اِلَّا اَنْفَقْتُ فِيْهِ لَكَ قَالَ كَذَبْتَ وَلٰكِنَّكَ فَعَلْتَ لِيُقَالَ هُوَ فُلَانٌ جَوَادٌ، فَقَدْ قِيْلَ کہ اللہ میں نے ہر اس جگہ اپنا مال خرچ کیا جہاں خرچ کرنا تجھے پسند تھا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تو جھوٹ بولتا ہے کیونکہ تیرا ارادہ تو یہ تھا کہ لوگ کہیں گے کہ فلاں سخی ہے اور وہ کہہ دیا گیا (تو نے اپنا مقصد پالیا اب میرے پاس کیا لینے آیا ہے)
(مسلم کتاب الامارۃ باب من قاتل للریاء والسمعۃ استحق النار ج7 جزء13 ص44 رقم الحدیث 1905)

وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ. کہ ان لوگوں کا نہ تو اللہ پر ایمان ہے اور نہ ہی آخرت کے دن پر، کیونکہ اگر ان کے دلوں میں ایمان اور حساب و کتاب پر یقین موجود ہوتا تو یہ کبھی ریاکاری اور دکھلاوا نہ کرتے بلکہ صرف اللہ ہی کی رضا کے لیے اپنا مال خرچ کرتے پھر فرمایا: وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا. بخیلوں کی مذمت کے بعد ریاکاروں کی مذمت بیان کرتے ہوئے انہیں شیطان کا ساتھی قرار دیا گیا ہے، کیونکہ اسی شیطان نے ان کو غفلت اور دھوکے میں ڈال رکھا ہے اور ہر وقت ان کو بہکانے پر تلا ہوا ہے اور وہ بدترین ساتھی ہے۔

شیطان کا مکر: شیطان انسان کے ذہن میں ہر وقت وسوسہ پیدا کرتا رہتا ہے کہ اگر نیک راہوں میں مال خرچ کیا تو تمہارے بچوں اور تمہارے مستقبل کا کیا بنے گا؟ تم تو فقیر ہو جاؤ گے، اس طرح وہ بے حیائی پر تمہیں لگا کر اس فحاشی کی راہ میں خرچ ہونے والے مال کو تمہاری نگاہوں کو تفریح کے حصول کا ذریعہ دکھاتا ہے یہی وجہ ہے کہ برائی کی راہ پر خرچ کرتے وقت بدکار انسان شیطان کے دھوکہ میں آ کر دلیر ہو جاتا ہے اور اسے اپنے مال کے ضائع ہونے کا احساس تک نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے: اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ. "کہ شیطان تمہیں فقر کا وعدہ دیتا ہے اور بے حیائی پر اُکساتا ہے۔" (البقرہ:268)

اللہ کا سچا وعدہ: جبکہ اللہ تعالیٰ کا سچا وعدہ ہے کہ اگر تم اللہ کے دیئے گئے مال سے اس کی رضا و خوشنودی کے لیے خرچ کرو گے تو وہ تمہیں اس کا نعم البدل بھی دے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف فرما کر اپنا خاص فضل و کرم تم پر فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ. "کہ تم جو بھی اللہ کے راہ میں خرچ کرو گے وہ تمہیں اس کا بہترین نعم البدل عطا کرے گا اور وہ سب سے بہتر روزی رساں ہے" ایک دوسرے مقام پر فرمایا: وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا. "کہ اگر تم اللہ کے دیئے گئے رزق حلال سے اسکی رضا کے لیے خرچ کرو گے تو نہ صرف وہ تمہیں معاف فرمادیگا بلکہ تم پر اپنا فضل اور کرم بھی کریگا" (البقرہ:278) ایک مقام پر فرمایا: اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا. "کہ لوگو! خیال کرنا شیطان تمہارا دشمن ہے لہٰذا اسے دشمن ہی سمجھو وہ تمہارا کبھی بھی خیر خواہ

نہیں ہوسکتا۔" پھر فرمایا: وَمَا ذَا عَلَيْهِمْ لَوْ آمَنُوا بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللَّهُ وَكَانَ اللَّهُ بِهِمْ عَلِيمًا. بخل ریا کاری کی مذمت بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایمان، اطاعت اور رضائے الٰہی کی خاطر صدقہ وخیرات کرنے کی ترغیب دی کہ اللہ تو انسان کی نیکی کی اتنی قدر کرتے ہیں کہ معمولی سے معمولی صدقہ کو بھی قبولیت کا شرف عطا فرما کر اپنے ہاتھ میں پرورش کرتے ہیں اور روز قیامت انسان کو احد پہاڑ کے برابر کرکے ان کا ثواب دیا جائے گا تو جب اللہ تعالیٰ اس قدر مہربان اور مشفق ہے تو پھر لوگوں کو کیا ہوا کہ وہ ایمان سے دامن چراتے ہوئے نیک کاموں میں سستی کرتے ہیں اور ریاکاری سے اپنے اعمال کو ضائع کر بیٹھتے ہیں اور اللہ سے ان کا کوئی پہلو ڈھکا چھپا نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ راہِ حق پر خرچ نہ کرنا، بخل اور ریا کاری کرتے ہوئے ایمان سے دامن چرانا از خود عذاب الٰہی کو دعوت دینے کے مترادف ہے کہ جس کی وجہ سے تنگی اور تنگدستی انسان پر ٹوٹ پڑتی ہے اور انسان پر اس کے گزراوقات بھی اجیرن بن جاتے ہیں۔

پھر فرمایا: إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَإِنْ تَكُ حَسَنَةً يُضَاعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَدُنْهُ أَجْرًا عَظِيمًا. سابقہ آیات میں بخل، ریاکاری، تکبر، فخر اور بدسلوکی جیسے گناہوں کا ذکر فرما کر اللہ تعالیٰ نے ان گناہوں سے اجتناب کرنے کا حکم ارشاد فرمایا تھا، آیت مبارکہ میں خبر دی کہ جس نے پھر بھی ان گناہوں سے اپنے دامن کو آلودہ کیا تو وہ اللہ کے عذاب کا مستحق ہوگا اور اس عذاب کا سبب اس کے اپنے ہی گناہ ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ تو کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا، اسی لیے ایک دوسرے مقام پر فرمایا کہ قیامت کے دن نافرمان لوگ اپنے نامہ اعمال کو دیکھ کر پکار اٹھیں گے .يَا وَيْلَتَنَا مَالِ هَٰذَا الْكِتَابِ لَا يُغَادِرُ صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً إِلَّا أَحْصَاهَا وَوَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِرًا وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَدًا. "ہائے ہماری شامت یہ کیسی کتاب ہے؟ کہ اس نے نہ تو کسی چھوٹی بات کو چھوڑا اور نہ ہی کسی بڑی بات کو مگر ہر ایک کو لکھ رکھا ہے اور اپنے کئے ہوئے تمام اعمال کو اپنے سامنے حاضر پائیں گے اور تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا۔" (الکہف: 49) یعنی مجرموں کی سزاوعذاب کا سبب انکے اپنے ہی گناہ ہیں وگرنہ اللہ تعالیٰ تو اپنے بندوں پر مہربان ہے اور اس کی مہربانی و شفقت کا اندازہ ہی نہیں لگایا جاسکتا تو پھر اس ذات پر رحمت وشفقت سے ظلم کا تصور کیسے کیا جاسکتا ہے؟ بلکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اور حدیث قدسی بھی ہے: يَا عِبَادِي إِنِّي حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلَى نَفْسِي وَجَعَلْتُهُ بَيْنَكُمْ مُحَرَّمًا فَلَا تَظَالَمُوا. "اے میرے بندو! میں نے اپنی جان پر ظلم کو حرام قرار دے دیا ہے لہٰذا تم بھی ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔" (مسلم کتاب البر والصلة باب تحریم الظلم ج 8 جزء 16 ص 112 رقم الحدیث 2517)

<u>ظلم کی اقسام:</u> بعض علماء نے ظلم کی تین اقسام ذکر کی ہیں۔

<u>(1) شرک:</u> شرک کو اللہ تعالیٰ نے سب سے بڑا ظلم قرار دیتے ہوئے فرمایا: إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ. شرک سب سے بڑا ظلم ہے۔ (لقمان: 13)

<u>(2) مخلوق کا مخلوق پر ظلم کرنا:</u> یعنی کسی انسان کا حق مارنا، اس کی جگہ پر ناحق قبضہ کرنا، اس کا مال ناجائز طریقے سے کھانا اور اس کے علاوہ دیگر معاملات جن کے ذریعہ انسان اپنے مسلمان بھائی پر ظلم وزیادتی کا مرتکب ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے کسی انسان کی ایک بالشت زمین پر بھی ظلم کرتے ہوئے قبضہ کیا تو طُوِّقَهُ إِلَى سَبْعِ أَرَضِينَ. اس ظالم کو سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا۔ (مسلم کتاب المساقاة باب تحریم الظلم وغصب الارض ج 6 جزء 11 ص 42 رقم الحدیث 2610)

<u>(3) مخلوق کا اپنی جانوں پر گناہ کرکے ظلم کرنا:</u> انسان کوئی بھی گناہ کرے تو وہ ایسے ہی ہے کہ جس طرح وہ اپنی جان پر ظلم کررہا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِنَفْسِهِ. لوگوں میں کچھ اپنی جانوں پر (گناہ کرکے) ظلم کرنے والے ہیں (فاطر: 32) اور اگر دیکھا جائے تو ظلم کی مذکورہ بالا تینوں اقسام کا ارتکاب کرکے انسان اپنی جان پر ہی ظلم کرتا ہے۔

<u>حدود اللہ سے تجاوز بھی ظلم ہے:</u> اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز کرنا بھی ظلم ہے کہ جس سے اللہ تعالیٰ نے سختی سے روکتے ہوئے فرمایا: وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ. جس کسی نے بھی حدود اللہ سے تجاوز کیا تو یہی لوگ ظالم ہیں۔ (البقرہ: 229) پھر فرمایا: وَإِنْ تَكُ حَسَنَةً يُضَاعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَدُنْهُ أَجْرًا عَظِيمًا. کہ اہل ایمان کی نیکیوں کو روز قیامت دگنا چوگنا کردیا جائے گا اور اسکے علاوہ اللہ تعالیٰ انسان کو بہت بڑے اجر کے ساتھ نوازیں گے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ روز قیامت اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دے گا: اُنْظُرُوا مَنْ وَجَدْتُمْ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ إِيمَانٍ فَأَخْرِجُوهُ. کہ تم جاؤ اور دیکھو کہ جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہے اسے جہنم سے نکال لاؤ، چنانچہ وہ بہت سی مخلوق کو نکال لائیں گے یہ حدیث بیان کرنے کے بعد ابوسعیدؓ نے فرمایا اگر مجھے اس حدیث میں سچا جانو تو یہ آیت پڑھو (إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَإِنْ تَكُ حَسَنَةً يُضَاعِفْهَا

وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ أَجْرًا عَظِيمًاo (مسلم کتاب الایمان باب معرفة الطریق الرؤیة ج2جزء 3ص26رقم الحدیث 183)

اعمال صالحہ اور رحمت الٰہی: نیکی اور فرمانبرداری کی راہ پر چلنے والے انسان کی اللہ کے ہاں جو قدرو منزلت ہے اس کا اندازہ ان احادیث مبارکہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر کس قدر رحیم وشفیق ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: (حدیث قدسی ہے) إِذَا أَرَادَ عَبْدِيْ أَنْ يَّعْمَلَ سَيِّئَةً فَلَا تَكْتُبُوْهَا عَلَيْهِ حَتّٰى يَعْمَلَهَا فَإِنْ عَمِلَهَا فَاكْتُبُوْهَا بِمِثْلِهَا وَإِنْ تَرَكَهَا مِنْ أَجْلِيْ فَاكْتُبُوْهَا لَهُ حَسَنَةً وَإِنْ أَرَادَ أَنْ يَّعْمَلَ حَسَنَةً فَلَمْ يَعْمَلْهَا فَاكْتُبُوْهَا لَهُ حَسَنَةً فَإِنْ عَمِلَهَا فَاكْتُبُوْهَا لَهُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا إِلٰى سَبْعِ مِائَةٍ. ''کہ (اے فرشتو!) جب میرا بندہ گناہ کا ارادہ کرے تو اس وقت تک اس کی برائی نہ لکھو جب تک وہ کر نہ گزرے اگر وہ برائی کر بیٹھے تو ایک ہی برائی لکھو اور اگر وہ میری وجہ سے اس گناہ سے باز آجائے تو اس کے لیے ایک نیکی لکھو اور اگر میرا بندہ نیکی کا ارادہ کرے لیکن کر نہ سکے تو اس کے لیے ایک نیکی لکھ دو اور اگر وہ نیکی کر گزرے تو اسکے لیے دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک اجر وثواب لکھ دو''

(صحیح الترغیب والترهیب کتاب الاخلاص باب الترغیب فی الاخلاص ج1ص111رقم الحدیث18صحیح)

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مَنْ أَتٰى فِرَاشَهُ وَهُوَ يَنْوِيْ أَنْ يَّقُوْمَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ فَغَلَبَتْهُ عَيْنُهُ حَتّٰى أَصْبَحَ كُتِبَ لَهُ مَا نَوٰى وَكَانَ نَوْمُهُ صَدَقَةً عَلَيْهِ مِنْ رَّبِّهِ. ''جو شخص اپنے بستر پر سونے کے لیے آئے اور نیت کرے کہ رات کو تہجد پڑھے گا لیکن اس کی آنکھ نہ کھل سکی اور صبح ہوگئی تو اس کے لیے تہجد کا ثواب لکھ دیا جائے گا اور اس کی نیند اس کے رب کی طرف سے اس پر صدقہ ہوگی۔'' (نسائی کتاب قیام اللیل باب من اتی فراشه وهو ینوی القیام فنام ص 290رقم الحدیث 1787 ،صحیح ...... سنن ابن ماجه کتاب اقامة الصلاة باب ماجاء فیمن نام عن حزبه من اللیل ص238رقم الحدیث 1344صحیح)

آیات مبارکہ سے اخذ شدہ مسائل:

1۔اللہ تعالیٰ نے بخل کرنے اور اس کا حکم دینے کو حرام قرار دیا ہے۔

2۔شرعی علم کو چھپانا بھی حرام ہے۔3۔ ریاکاری کرنے کو حرام اور اس کا ارتکاب کرنے والے کی مذمت بیان کی گئی ہے۔

4۔برے ساتھی کی صحبت اختیار کرنے کی مذمت کی گئی ہے کیونکہ اس کی وجہ سے انسان منہیات کا مرتکب ہوجاتا ہے۔5۔اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کسی پر ظلم نہیں کریں گے کیونکہ اس کی عدالت میں عدل کے علاوہ کسی بھی چیز کا سرزد ہونا محال ہے۔6۔نیکی کا بدلہ اللہ تعالیٰ دگنے اجر کی صورت میں عطا فرمائیں گے۔ بسا اوقات اس سے بھی زیادہ بڑھادیں گے حتیٰ کہ انسان نیکی کا ارادہ کرنے پر بھی اجر کا مستحق بن جاتا ہے۔7۔برائی کے صرف ارادے پر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کرتے ہوئے مواخذہ نہیں کرتے جب تک وہ انسان سے سرزد نہ ہوجائے۔

بقیہ: حافظ عبدالرشید اظہر

آخر یہ آفتاب علم وعمل ارض خانیوال میں مدفون ہوئے اور ہم بفراقہ محزون ہوئے، اللہ تعالیٰ حافظین کی قبروں کو نور سے معمور کردے اور جنت کی خوشبو سے مسحور کردے اور اپنی رحمت سے مغفور کردے اور قیامت کے دن ہمیں بھی ان کے ساتھ ملاکر مشکور کردے، اب یہ ہستیاں دوبارہ نہ آئیں گی اور ہماری آنکھیں ترستی ترستی دنیا سے چلی جائیں گی۔

اللهم اغفرله وارحمه وعافه واعف عنه واكرم نزله ووسع مدخله والحقه بالشهداء والصالحين. (یارب العالمین)

حافظ صاحب کے قاتلوں سے ہے خطاب
ظالموں قتل کرکے آخرت کی ہے اپنی خراب
ایک علم کبیر کا قتل تم نے سمجھا ہے آسان
جہنم کی آگ تمہارا کرنے گی بہت نقصان
وہ عالم اسلام کے تھے بطل جلیل
تم ہوں گے عالم دارین میں بہت ذلیل
اب تم پچھتاؤ گے لیکن نہ ہوگا منظور
جزاء کم جہنم ہے اللہ کا دستور
یہ دنیا ہے چار دن کی آخر اللہ کے پاس جانا ہے
یہ لوٹا ہوا سارا مال ومتاع تمہارے کسی کام نہ آنا ہے

اظہار تشکر

جن احباب نے میرے بڑے بیٹے عبداللہ سلیم مرحوم کی اہلیہ، جو کہ میری سگی بھتیجی بھی تھیں کی وفات پر بالمشافہ یا بذریعہ فون مجھ سے یا میرے بیٹے پروفیسر عبیدالرحمن محسن سے تعزیت کی۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

(طالب الدعوات: محمد یوسف خادم راجووال)

کامیاب مدرس کی خصوصیات

فضیلۃ الشیخ فاروق حسن زئی حفظہ اللہ

قسط نمبر: 1

آج کل دینی مدارس وجامعات کے طلبہ وطالبات ہوں یا اسکول وکالج ویونیورسٹیز کے اسٹوڈنٹ سب ہی کے بارے میں یہ شکایت زبان زدخاص وعام ہے کہ ان میں مطلوبہ استعداد وقابلیت پیدا نہیں ہورہی، ماضی کی طرح رجال کار اور علوم وفنون کے ماہرین پیدا نہیں ہو رہے، علوم کے ماہرین دن کو چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتے۔ قحط الرجال کا دور ہے، طلبہ تحصیل علم میں محنت نہیں کرتے، دلچسپی نہیں لیتے، روز بروز انحطاط بڑھ رہا ہے، نہ صرف یہ کہ طلبہ میں احساس زیاں نہیں ہے بلکہ ان میں اکثر کا کوئی مقصد ہی نہیں ہوتا.......... وغیرہ وغیرہ

اس علمی انحطاط اور صلاحیتوں کے ضیاع کا سارا ملبہ طلبہ وطالبات ہی پر گرایا جاتا ہے، اساتذہ، انتظامیہ اور والدین کی جانب سے طعن وتشنیع کا ہدف بھی صرف اور صرف یہی مخلوق بنتی ہے۔ ہم ایک حد تک ان باتوں کو سچائی تسلیم کرتے ہیں کہ طلبہ میں ماضی کی طرح علم کی محبت وحرص، بلند ہمتی اور مستعدی، تحصیل علم کے لیے اخلاص وقربانی، اساتذہ کی تعظیم اور تعلق، تحصیل علم کے لیے سفر، ماہرین فنون کی تلاش اور ان سے استفادے کا شوق مقصد اور ہدف پر نظر، ان سب کا فقدان دیکھنے میں آرہا ہے۔ اس صورت حال میں طلبہ کے غیر ذمہ دارانہ رویے کو مکمل طور پر نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

لیکن اس حقیقت کا ایک دوسرا رخ بھی ہے جس پر غور کرنے کے لیے میں قارئین کو دعوت فکر دے رہا ہوں وہ یہ کہ کیا ہم نے کبھی سوچا ہے کہ یہ کمزور طلبہ (جو بعد میں کمزور اساتذہ بنتے ہیں) کہاں سے پیدا ہو رہے ہیں؟ ان کو پڑھانے والے اساتذہ کون ہیں؟ کن صفات کے حامل ہیں؟ کیا وہ تدریس کا حق پوری طرح ادا کرتے ہیں؟ کیا وہ علمی امانت کو طلبہ میں منتقل کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں؟ کیا وہ ہر لحاظ سے کامل ومکمل ہیں؟ وہ محترم ضرور ہیں لیکن! کمزوریوں سے مبرا اور تنقید سے بالاتر نہیں، اسی لیے میں یہ سوال کر رہا ہوں کہ کیا طلبہ کی ان کمزوریوں کی ضمیر ان حضرات کی طرف نہیں لوٹتی؟ کیا یہ طبقہ طلبہ کی کمزوریوں کی ذمہ داری سے بالکل مبرا ہے؟

حالانکہ یہ اصول مسلم اور مشاہد ہے کہ استاذ قابل ہو تو شاگرد بھی قابل، استاد کمزور ہو تو شاگرد بھی، نالائق اور دنیا میں یہ بات بھی مجرب ومشاہد ہے کہ جب بھی کوئی انسان، کسی عبقری اور قابل وماہر شخصیت سے متاثر ہوتا ہے۔ تو اس سے یہ نہیں پوچھا کرتا کہ جناب بتائیے!

آپ نے کون سی کتاب پڑھی ہے؟ لیکن یہ سوال اس سے ضرور کرتا ہے کہ آپ کا استاذ کون ہے؟ اس طرح سوال کرنے کی وجہ یہ ہے کہ انسان کے اندر کمال استاذ ہی سے پیدا ہوتا ہے محض کتاب سے نہیں۔ لہٰذا طلبہ کی علمی وعملی کمزوریوں اور انحطاط کا ذمہ دار خود انہیں ٹھہرانا اور معلمین کو اس سے مکمل طور پر بری الذمہ قرار دینا کسی طرح قرین انصاف نہیں اگر ہم طلبہ سے یہ گلہ کرتے ہیں کہ ان میں ماضی کے طلبہ جیسے اوصاف نہیں تو یہ کہنا بھی حق بجانب ہوگا کہ اس دور کے اکثر اساتذہ بھی دور سابق کے اساتذہ کے اوصاف سے تہی دست ہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ معلم انبیاء علیہم السلام کا نائب ووارث ہے، اساتذہ کرام پہلے اس امر کا احساس کریں اور پختہ عقیدہ رکھیں کہ تعلیم ایک ربانی عمل ہے، حق تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کو اسماء کی تعلیم دی اور قلم کے ذریعہ سے انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔ اساتذہ اس بات کو ہمیشہ یاد رکھیں کہ درس وتدریس بڑا مقدس مشغلہ ہے، کیونکہ یہ تمام انبیاء علیہم السلام کا مشغلہ رہا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو معلم بنا کر بھیجا گیا، علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں، تعلیم بہترین مورثین کی اعلیٰ میراث ہے، مدرس ومعلم معمولی انسان نہیں، ان کو چاہیے کہ کبھی بھی اپنے آپ کو حقیر نہ سمجھیں جب معلم اپنی اس عظیم منصب کا احساس کرے گا تو اپنے اعمال واخلاق بھی اس جیسے اپنائے گا اور اس کے اندر فکری بلندی پیدا ہوگی، سچا جذبہ پیدا ہوگا، محض تنخواہ وملازمت اس کا ہدف ترجیح نہ ہوگی۔

علمی قابلیت وصلاحیت کو بڑھاتے رہنا اساتذہ کی بنیادی ذمہ داری ہے، جو کتاب وفن آپ کو پڑھانے کے لیے سپرد کی جائے اس سے مطلوبہ تمام معلومات طلبہ کو فراہم کیجیے۔ یہ تب ہو سکتا ہے کہ پہلے آپ خود اس سے مالا مال ہوں، اگر آپ خود محروم ہیں تو طلبہ کو کیا دیں گے؟ کیونکہ بدیہی بات ہے کہ انسان کے پاس جو چیز موجود نہ ہو وہ دوسرے کو نہیں دے سکتا

(فاقدالشیٔ لایعطیه)

علماء وطلبہ میں تخصصات کا رجحان واہمیت اسی نکتے سے پیدا ہوا، کیونکہ کسی فن میں تخصص کرنے سے انسان اس فن کی جملہ معلومات کا حامل بن جاتا ہے۔اس فن کے نشیب وفراز سے خوب واقف ہو جاتا ہے، اس سے وہ فن قابو میں آ جاتا ہے پھر وہ ماہرفن جس اسلوب وپیرائے میں چاہے اپنا فن پڑھا اور سمجھا سکتا ہے۔علم کے حریص طلبہ کو ایسی شخصیات کی تلاش رہتی ہے اور وہ اسی کا رخ کرتے ہیں۔(علمه شديد القوىٰ)

تدریس کے لیے مفوضہ فن میں قابلیت اور معتدبہ معلومات کے ساتھ ساتھ مدرس کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ مباحث کا مربوط انداز میں تجزیہ یعنی ہر بحث کو دوسرے سے جداممتاز کر کے پڑھائے۔سبق میں موجود مضامین کا ابلاغ منظم اور مرتب طریقے سے ہو اگر مضامین اور معلومات بکھری ہوئی ہوں تو انہیں ضبط کرنا بلکہ سمجھنا ہی طلبہ کے لیے دشوار ہو جائے گا۔خلط مبحث اور موضوع سے ہٹ کر بات کرنا، بات کو الجھا دیتا ہے جس سے سبق سمجھ میں نہیں آتا۔

طرز تدریس یہ ہونی چاہیے:

1......کتاب کی مشکل مباحث کو سادے الفاظ میں اور اختصار کے ساتھ حل کرنے کی کوشش کی جائے۔

2......تعبیر کے لیے عمدہ دلنشین کریں اور واضح طریقہ اختیار کریں۔

3......کتاب کے حل کرنے میں قطعاً تسامح سے کام نہ لیا جائے۔

4......حل کتاب کے بعد فن کی مہمات پر طلبہ کو متوجہ کیا جائے۔

5......جس مشکل کی شرح کسی نے عمدہ کی ہے اس کا حوالہ دیا جائے اور طلبہ کو ان مآخذ سے روشناس کرایا جائے کہ مستعد وذہین طلبہ اپنی معلومات کو آگے بڑھائیں۔

6......فضول وبے کار مباحث میں طویل طویل تقریر کر کے طلبہ سے دادِ تحقیق حاصل کرنا یہ تدریس کا سب سے بڑا فتنہ ہے۔اس کو ختم کرنا چاہیے۔

علامہ ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: معلم کو چاہیے کہ طلبہ کو بعد کی باتیں پہلے نہ پڑھائیں اس طرح کرنے والے طرق تدریس سے ناواقف ہیں۔

معلم کا ہدف متعین اور واضح:

عمل خواہ کوئی بھی ہو اس میں تعین اہداف کو بڑی اہمیت حاصل ہوتی ہے، پڑھاتے وقت مدرس کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس کا ہدف متعین اور انتہائی واضح ہو۔ہدف واضح نہ ہونے کی صورت میں سبق یا اپنی بات سمجھانا ناممکن ہے، مدرس کی سرگرمیوں کی سمت ایک ہو، وہ بکھری ہوئی نہ ہوں اور ہدف تک کامیابی سے پہنچنے کے لیے طالب علم میں جذبہ پیدا کرتے ہوں، کامیابی وناکامی کا معیار مقرر ہو۔پڑھانے سے قبل اپنے شاگردوں کی صلاحیتوں کا معیار اور ان کی فکری خصائص کو پہچانیں۔

معلم جب پہلی مرتبہ درسگاہ میں داخل ہوتا ہے تو ایک نئی مجہول دنیا سے اس کا واسطہ پڑتا ہے، اگر اساتذہ پڑھانے سے قبل اپنے طلبہ کی عمری، فکری اور دیگر صلاحیتوں کو جائزہ لے لیں اور ان کی نفسیات معلوم کریں تو بڑی حد تک تعلیمی مشکلات پر قابو پا سکتے ہیں۔

معلم کو چاہیے کہ وہ پڑھانے سے قبل درسگاہ میں موجود مجہول دنیا کو معروف بنائے ہر طالب علم سے ان کا مختصر تعارف پوچھے ان سے عبارت پڑھوائے اس طرز عمل سے معلم اور طلبہ کے درمیان سے اجنبیت کی وحشت ختم ہو جائے گی۔خاص کر نئے داخل ہونے والے کو مانوس کیا جائے کیونکہ ہر نیا آنے والا انسان دہشت اور خوف میں مبتلا ہوتا ہے اس کو بار بار بنظر استعجاب بھی نہ دیکھا جائے اس سے وہ شرمندگی محسوس کرتا ہے۔

اسباق اچھی طرح تیار کیجئے:

سبق پڑھانے کی اچھی طرح تیاری ہی وہ عمل ہے جس کے ذریعہ مدرس مطلوب ہدف تک رسائی حاصل کر سکتا ہے، بالفاظ دیگر کامیاب مدرس بنتا ہے اور جس طرح چاہے سبق سمجھا سکتا ہے۔اپنی کسی بھی ذمہ داری کے لیے پوری تیاری نہ کرنا اس ذمہ داری سے نفاق کے مترادف ہے۔قرآن کریم میں سورۃ توبہ میں اللہ جل شانہ منافقین کی جملہ خصائل میں سے یہ خصلت بھی ذکر فرماتے ہیں: ولو ارادوا الخروج لأعدوا له عدة اگر یہ منافقین جہاد میں نکلنے کا سچا ارادہ رکھتے تو اس کی تیاری بھی کرتے۔معلوم کا درس کے لیے صحیح تیاری نہ کرنا، تدریسی عمل کے ساتھ نفاق ہے۔جس کا نقصان طلبہ سے زیادہ خود معلم کو ہوتا ہے۔

معلم دو قسم کی تیاری کریں:

1......پہلی تیاری خود سمجھنے کے لیے اور اپنی معلومات کو بڑھانے کے لیے۔

2......دوسری تیاری سبق کو مربوط بنانے اور سہل مؤثر انداز میں طلبہ کے سامنے پیش کرنے کے لیے۔بقول المتنبی:

ولم أر في عيوب الناس عيباً
كنقص القادرين على التمام

میں نے لوگوں کے عیوب میں سے اس سے بڑا کوئی عیب نہیں دیکھا کہ ایک کام کو اچھی طرح مکمل کرنے پر قدرت رکھنے کے باوجود اسے ناقص وناتمام چھوڑ جاتے ہیں۔متنبی اس شعر سے فکری بلندی کی دعوت دیتے ہیں کہ علم وفضل میں بلکہ ہر کام میں کمال، اونچا مقام ہدف بنایا جائے اور اس

میں اپنے زمانے کے کم ہمت لوگوں کو دیکھنے کے بجائے ماضی کے بلند ہمت اور پرعزم عبقری شخصیات کی طرف دیکھیں۔

تدریس کے لیے مناسب اور مفید طریقے اختیار کریں:

تدریس کے مختلف طریقے ہیں، ان میں سے ایک ہی طریقہ ہر حالت اور ہر ماحول کے لیے مناسب نہیں ہوتا بلکہ آپ مختلف اوقات اور احوال کے مطابق مفید سے مفید تر طریقہ اختیار کر سکتے ہیں۔ مروجہ طرق میں سے کوئی طریقہ حتمی اور مخصوص نہیں ہے کہ جس پر اصرار کیا جائے، اصل مقصود طالب علم کو سمجھانا اور اسے فائدہ پہنچانا ہے، اس کے لیے کوئی بھی طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے، جس طریقہ سے وہ سبق سمجھ سکے اور استاذ کے لیے بھی بہتر طریقہ وہی ہے جس سے وہ آسانی کے ساتھ اپنا سبق سمجھائیں۔

عام طرز سے ہٹ کر اپنی تدریس میں جدت پیدا کریں:

تدریس کے لیے آپ کا ہمیشہ ایک ہی طریقہ اور اسلوب اپنانا ایسی چیز ہے جو طلبہ کو سستی اور پریشانی میں مبتلا کر دیتی ہے اس لیے آپ ہر سبق پڑھانے کے لیے نیا اسلوب و طریقہ اختیار کریں۔ ایک خاص انداز سے معلم کا سبق شروع کرنا اور ختم کرنا طلبہ میں اکتاہٹ وملال پیدا کرتا ہے، استاذ کو چاہیے کہ وہ شوق دلانے والے انداز سے سبق کی ابتدا کریں، ہمیشہ معمول کے یہ الفاظ ''ہاں بھائی! کتاب کا فلاں صفحہ کھولو'' کہنے کے بجائے سبق کبھی قصے سے شروع کریں، کبھی سوال پوچھنے سے ابتدا کریں اور کبھی وسائل تعلیم میں سے کوئی وسیلہ استعمال کرنے سے ابتداء کریں، تاکہ طلبہ نشاط میں رہیں وہ آپ کے آنے کا خوشی سے انتظار کریں، انسان کی فطرت ہے کہ وہ ہر نئی چیز میں لذت محسوس کرتا ہے کل جدید لذیذ کی کہاوت تو مشہور ہے۔

اپنے درس کو نافع بنایئے:

جب آپ دیکھیں کہ طلبہ پریشانی کا شکار ہیں تو سبق کے لیے بنایا ہوا تیار منصوبہ ترک کر دیں کیونکہ اصل ہدف تکمیل درس نہیں بلکہ اصل ہدف طلبہ کو فائدہ پہنچانا ہے، اسی لیے ہنگامی طور پر آپ کوئی اور اسلوب اختیار کر لیں۔ مثلاً کوئی قصہ شروع کر دیا جائے کیونکہ قلوب اس کی طرف زیادہ مائل ہوتے ہیں، یا جائز مزاح یا لطائف وظرائف شروع کر دیں تاکہ ملال ختم ہو کر نشاط پیدا ہو جائے، کیونکہ جیسے ابدان تھکتے ہیں اسی طرح قلوب بھی اُکتا جاتے ہیں۔

طلبہ میں نشاط پیدا کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ ان سے بھی کام لیا جائے یہ نہیں کہ استاذ ہی پڑھے یا پڑھائے اور طلبہ صرف دیکھتے ہی رہیں۔ آج کل یہی ہو رہا ہے کہ استاذ ہی سب کچھ کرتا ہے اور طالب علم صرف دیکھتے ہی رہتے ہیں بلکہ بعض تو ذہنی اعتبار سے غائب ہو جاتے ہیں عالم تصورات میں مختلف خیالات میں گم رہتے ہیں۔

طلبہ میں پڑھنے کا جذبہ بیدار کریں:

آپ بے ذوق طلبہ میں علم کا جذبہ پیدا کر سکتے ہیں۔ یقین جانیے کہ کوئی محال امر نہیں ہے اس کے کئی طریقے ہیں:

1۔ ایک یہ کہ ایسے طلبہ کو بڑے اور اونچے اہداف ومقاصد کے ساتھ جوڑ دیں
2۔ ان کی حوصلہ افزائی کریں۔ 3۔ انہیں ہمت دلائیں۔
4۔ اہداف کی تحدید وتعیین کریں۔ 5۔ محنت کرنے والوں کی ستائش کریں۔
6۔ ان میں خود اعتمادی پیدا کریں۔ 7۔ اسلاف کی علمی وعبقری شخصیات کے واقعات سنائیں۔
8۔ ان کو علم کا چسکہ لگا دیں، اسلاف رحمہم اللہ کا طرز یہی تھا کہ وہ زیادہ پڑھانے کی بجائے علم کی بیماری لگاتے تھے، راستہ بتاتے تھے۔

معلم کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ طلبہ کو اپنی علمی کمزوریاں دور کرنے اور اپنے زمانے کے تقاضوں کو سامنے رکھ کر مکمل طور پر علمی وروحانی ہتھیار سے مسلح ہونے کی تاکید کریں۔ بسا اوقات معلم میں خود کوئی علمی کوتاہی پائی جاتی ہے جسے وہ چھپاتا ہے اور کا مصداق بن کر اس موضوع پر طلبہ سے بات ہی نہیں کرتا بلکہ طلباء کو ان نقائص میں بھی اپنے نقش قدم پر چلانا چاہتا ہے۔ انصاف یہ ہے کہ معلم صاف الفاظ میں طلبہ سے کہہ دے کہ میرے اندر یہ کمی رہ گئی ہے، آپ لوگوں میں یہ نہیں ہونی چاہیے۔

سقراط نے کیا ہی خوب فرمایا ہے:

لاتکرھوا أولادکم علی آثارکم
فانھم مخلوقون لزمان غیر زمانکم

اپنی (صلبی وروحانی) اولاد کو ہر چیز میں سو فیصد اپنے نقش قدم پر چلنے کے لیے مت مجبور کرو، اس لیے کہ یہ لوگ ایسے زمانے کے لیے پیدا کیے گئے ہیں جس کے تقاضے تمہارے زمانے کے تقاضوں سے مختلف ہیں اس طرح کرنے سے گویا کہ آپ ان کو پیچھے کی طرف دھکیل رہے ہیں اور زمانہ ان سے آگے بڑھ رہا ہے، خاص طور پر درج ذیل کمزوریاں جو عام مشاہدے میں آرہی ہیں ان کے حوالے سے خاص تاکید کریں۔

1۔ طلبہ کو تاکید کریں کہ وہ عربی لہجہ میں تجوید کے ساتھ درست قرآن پڑھنا سیکھ لیں ایسا نہ ہو کہ کل یہ فارغ ہو کر شیخ الاسلام والمسلمین کہلائیں، وعظ، تدریس، وافتاء جیسے عظیم منصب پر فائز ہو جائیں لیکن جب قرآن پڑھیں تو اسے لحن جلی وخفی کے ارتکاب سے قرآن کہنا ہی مشکل ہو جائے۔

(جاری ہے)

اب بھی توبہ کا وقت ہے

مولانا عبداللطیف حلیم

آسمان وزمین کے روز آفرینش سے لے کر قیامت تک اللہ نے بندوں کے رجوع کیلئے ایک دروازہ قائم کر رکھا ہے جس کی چوڑائی کی مسافت چالیس یا ستر سال ہے یا اسکی چوڑائی میں ایک سوار چالیس یا ستر سال چلتا رہے (یہ دروازہ شام کی طرف ہے) اس کو باب التوبہ کہا جاتا ہے یہ اس وقت تک بند نہیں ہوگا جب تک سورج مغرب کی طرف سے طلوع نہیں ہوگا۔[سنن ترمذی] ''کل بنی ادم خطاء ون وخیر الخطالین التوابو ن'' ہر ابن آدم خطا کا پتلا ہے اس بات کا کس قدر لحاظ رکھا گیا کہ کہیں ایسا نہ ہو ایک آدمی فطرت انسانی سے مجبور ہو کر گناہ کا ارتکاب کرلے تو پھر وہ سرکشیوں اور بدبختیوں میں ہی بھٹکتا پھرے۔نہیں اس کے لئے مالک ارض وسما کی رحمت کے دروازے کھلے ہیں وہ اعلان فرماتا ہے: ''قل یعبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لاتقنطوا من رحمة اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعاانه ھوالغفو رالرحیم'' [الزمر:۵۳] ''فرمادیجیے میرے ان بندوں سے جو اپنی جانوں پر ظلم کر چکے ہیں، (گناہوں کے پہاڑوں کے بوجھ تلے دب چکے ہیں) میری رحمت سے ناامید نہ ہو جائیں یقیناً اللہ سب گناہوں کو بخش دیتا ہے وہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے'' بلکہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ان اللہ یبسط یدہ باللیل لیتوب مسیء النھار ویبسط یدہ بالنھار لیتوب مسیء اللیل حتی تطلع الشمس من مغربھا.[صحیح مسلم]

اللہ تعالیٰ رات کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تا کہ دن کے وقت برائی کرنیوالا توبہ کرلے اور دن کو ہاتھ پھیلاتا ہے تا کہ رات کو برائی کرنیوالا توبہ کرلے یہاں تک کہ سورج مغرب سے طلوع ہوجائے (اس وقت توبہ نہیں ہوسکتی) اللہ مالک الملک غفور رحیم کس قدر اپنے بندوں پر رحم کرنے والا ہے ''ان للہ تعالیٰ مائة رحمة أنزل منھا رحمة واحدة بین الجن والانس والبھائم والھوام.'' (متفق علیہ) اللہ تعالیٰ کے پاس سو رحمتیں ہیں اس نے ان میں سے صرف ایک حصہ رحمت جنوں، انسانوں، چوپایوں، اور کیڑوں مکوڑوں کے درمیان اتاری ہے۔''واخر اللہ تعالیٰ تسعا وتسعین رحمة یرحم بھا عبادہ یوم القیامة۔''[متفق علیہ]

ننانوے حصے رحمت کے پیچھے رکھ چھوڑے ہیں جن کے ذریعے وہ قیامت کے دن اپنے بندوں پر رحم فرمائے گا۔ رحمت الٰہی نے بندہ عاجز کو تنہا نہیں چھوڑا اگر وہ گناہ کبیرہ کا ارتکاب نہ کرے بلکہ صغائر کا مرتکب ہو تو اللہ تعالیٰ ویسے ہی درگزر فرمالیتا ہے فرمان رب العالمین ہے: ''ان تجتنبوا کبائر ماتنھون عنه نکفر عنکم سیاٰتکم۔'' [النساء:۳۱]

''اگر تم کبائر سے اجتناب کرتے رہو جن سے تم کو روکا گیا ہے تو ہم تم سے تمہاری برائیاں مٹاتے رہیں گے۔ اور اگر کوئی گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوجائے تو اس کیلئے توبہ کو مشروع قرار دیا گیا۔لیکن اسکے لئے کچھ شرائط اور قیود ہیں اور وہ تین ہیں۔1: ''أن یقلع المعصیة'' اس گناہ کو چھوڑ دے۔2: ''أن یندم علی فعلھا'' اپنے اس فعل پر نادم ہو۔ 3: ''أن یعزم أن لایعود الیھاابدا'' وہ پختہ ارادہ کرے کہ وہ کبھی یہ گناہ نہیں کرے گا۔اگر ان تین شرائط میں سے ایک بھی شرط مفقود پائی تو توبہ نہیں ہوگی اور اگر اس گناہ یا نافرمانی کا تعلق کسی آدمی کیساتھ ہے تو پھر چوتھی شرط یہ ہے کہ وہ صاحب حق کا حق ادا کرے اگر کسی کا مال یا اس قسم کی کوئی چیز ناجائز طریقے سے لی ہو تو اسے واپس کرے کسی پر تہمت وغیرہ لگائی ہو تو اس کی حد اپنے نفس پر لگوائے یا اس سے معافی طلب کر کے اس کو راضی کرے۔

اس قسم کی توبہ کا حکم اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں دیا ہے۔''یایھا الذین امنوا توبوا الی اللہ توبة نصوحاعسی ربکم ان یکفر عنکم سیاٰتکم.'' (التحریم:۸) ''اے ایماندارو! اللہ کی طرف سچی توبہ کرلو عنقریب تمہارا رب تم سے تمہاری برائیاں مٹا دے گا'' ایسی توبہ کرنیوالوں کے بارے دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ''الامن تاب وامن وعمل عملاً صالحا فاولئک یبدل اللہ سیاتھم حسنات وکان اللہ غفورارحیما. [الفرقان:۷۰]

جس نے توبہ کرلی اور صحیح طور پر مؤمن بن گیا اور نیک اعمال اختیار کیے یہی ہیں کہ جن کی خطائیں اللہ تعالیٰ نیکیوں میں تبدیل کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے، اللہ تعالیٰ کے ہاں گناہ گار اور گناہ نہ کرنیوالے برابر نہیں بلکہ صحیح معنوں میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچنے والا درجات کے اعتبار سے گناہ گار سے بلند مقام رکھتا ہے فرمان باری تعالیٰ ہے ''افنجعل المسلمین کالمجرمین ٥مالکم کیف تحکمون.'' (القلم:۳۶،۳۵) ''کیا ہم مطیع وفرمانبردار اور مجرموں کو ایک ہی صف میں کھڑا کردیں گے۔ تمہیں کیا ہوا کیسا فیصلہ ہے تمہارا؟ بلکہ جس نے اپنے آپکو گناہوں سے بچا کے رکھا اسے تو موت کے وقت یہ مبارکباد پیش کردی جائے گی ''یاایتھا النفس المطمئنة ارجعی الی ربک راضیة مرضیة فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی.'' (الفجر:۲۷،۳۰) اے مطمئن نفس اپنے رب کی طرف ایسے لوٹ جا کہ تجھے اسکی رضا بھی حاصل ہوگی اور تو راضی بھی ہوگا تیرا شمار تو میرے بندوں میں اور تیرا ٹھکانا جنت ہے، اگر گناہ نہ بھی ہو پھر بھی توبہ کرتے رہنا بلکہ توبہ میں انہماک اختیار کرنا شیوۂ انبیاء ہے۔رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''یاایھاالناس توبوا الی

الله واستغفر وه فانی أتوب فی الیوم مائة مرة .(صحیح مسلم)
اے لوگو! اللہ رب العزة کی بارگاہ میں توبہ واستغفار کے ترانے پڑھا کرو یقین جانو میں ایک دن میں سو سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں۔اس لیے کہ "لـلـه افرح بتوبة عبده من احدکم سقط علی بعیره وقد اضله فی ارض فلاة" (متفق علیہ) اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے اس شخص سے کہیں زیادہ خوش ہوتا ہے کہ جس نے جنگل بیابان میں اپنا اونٹ گم کر کے پھر پالیا ہو۔توبہ کے ذریعے بندے اور اللہ تعالیٰ کا تعلق مربوط ومضبوط ہوتا ہے، بندے کی یہ عاجزی وانکساری اور جھک جانا اللہ مالک الملک کو اس قدر پسند آتا ہے کہ وہ خوشی سے فرماتا ہے:لو بلغت ذنوبک عنان السماء ثم استغفرتنی غفرت لک ولا ابالی (سنن ترمذی) اگر تیرے گناہ آسمان کی بلندیوں تک پہنچ جائیں پھر تو مجھ سے بخشش طلب کرے تو میں تجھے بخش دوں گا اور مجھے کوئی پرواہ نہیں، مالک ارض وسماء غفور رحیم، غفار الذنوب کی رحمتوں سے جو فائدہ نہ اٹھائے انکے بارے اعلان فرمایا: "لیس التوبة للذین یعملون السیات حتی اذا حضر احدهم الموت قال الی تبت الان ولا الذین یموتون وهم کفار (النساء :۱۸) جو برے اعمال کرتے ہوئے زندگی کے ان لمحات کو پہنچ جاتے ہیں کہ انکی موت سر پر منڈلانے لگے (اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ اس وقت تک قبول فرماتا ہے جب تک اسے غرغرہ شروع نہ ہو یعنی عالم نزع اس پر طاری نہ ہو) [سنن ترمذی] ایسے لوگوں کی کوئی توبہ نہیں اور نہ انکی جو حالت کفر میں مرجائیں۔قابل تعریف تو وہ لوگ ہیں جو گناہوں پر شرمندہ ہو کر اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی طلب کرلیں اور گناہوں پر اصرار کرنیوالوں کو اللہ تعالیٰ کی بخشش حاصل نہیں ہوتی بلکہ وہ تو بدبختی کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں جا گرتے ہیں اور آخرت میں انکے لئے دردناک عذاب تیار ہے۔

والذین اذا فعلوا فاحشة اوظلموا انفسهم ذکروا الله فاستغفروا لذنوبهم ومن یغفر الذنوب الاالله ولم یصروا علی مافعلوا وهم یعلمون اولئک جزاء هم مغفرة من ربهم وجنت (ال عمران:۱۳۵،۱۳۶) ایسے لوگ جو بے حیائی یا اپنے نفس پر ظلم کر بیٹھیں تو فوراً اپنے اللہ کو یاد کرتے اور اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں اور اللہ کے سوا کوئی گناہوں کو بخش بھی تو نہیں سکتا اور وہ اپنے کیے پر مصر نہیں ہوتے اور وہ جانتے بھی ہیں یہی لوگ اپنے رب کی بخشش اور جنت کے حق دار ہیں۔یہ اصرار ضروری نہیں کفر وشرک پر ہی ہو بلکہ گناہوں پر اصرار کرنیوالا بھی قیامت کے دن انتہائی ذلت ورسوائی سے دوچار ہوگا۔فرمایا:ثلاثة لایکلمهم الله یوم القیامة ولا ینظر الیهم ولا یزکیهم ولهم عذاب الیم المسبل والمنان والمنفق سلعته بالحلف الکاذب (صحیح مسلم) تین ایسے لوگ ہیں جن سے اللہ قیامت کے دن نہ کلام کرے گا۔نہ انکی طرف نظر کرم فرمائے گا اور نہ انہیں تزکیہ نصیب ہوگا بلکہ وہ دردناک عذاب میں مبتلا ہوں گے۔
1:ٹخنوں سے کپڑا نیچے لٹکانے والا۔2:احسان کرکے جتلانے والا۔
3:جھوٹی قسم کھا کر اپنا مال بیچنے والا۔

مسلمان بھائیو!اس دن سے پہلے کہ جب پچھتاوے کے سوا کچھ نہیں ہوگا ہم اپنا محاسبہ کرلیں کہ کہیں ہم تو ان گناہوں کا شکار نہیں۔کہیں ہمارا مالک ہم سے خفا تو نہیں۔اگر اس نے یہاں درگزر فرما بھی لیا:ولو یؤاخذ الله للناس بظلمهم ماترک علیها من دابة.[النحل:٦١] اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کے ظلم کے سبب انکو پکڑتا تو زمین پر کوئی جاندار باقی نہ رہتا تو پھر آخرت کا عذاب سر پر کھڑا ہے کہ جس کے بارے مالک ارض وسماء فرماتا ہے:ولو تری اذا المجرمون ناکسوا رءوسهم عند ربهم ربنا ابصرنا وسمعنا فارجعنا نعمل صالحا انا موقنون.[السجدة:١٢] آپ اگر کبھی مشاہدہ کریں کہ جب مجرم رب کے ہاں سروں کو جھکائے کھڑے ہوں گے اور یہ سماجتیں کررہے ہوں گے۔

اے ہمارے رب ہم نے دیکھ اور سن لیا ہے بس اب ہمیں لوٹا دے ہم نیک اعمال کریں گے۔ہم جیسا یقین کرنیوالا نہیں ہوگا۔آگے سے اللہ فرمائے گا:اولم نعمر کم مایتذکر فیه من تذکر وجاء کم النذیر فذوقوا فما للظلمین من نصیر.[فاطر:٣٨]

کیا ہم نے تمہیں زندگی کی نعمت سے نہیں نوازا تھا کہ جس میں اگر کوئی سیدھا ہونا چاہے تو اپنی زندگی کی اصلاح کرسکتا ہے تمہارے پاس ڈرانے والا بھی آیا اب (عذاب) چکھو ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔ایسے وقت پچھتانے کا کیا فائدہ ہوگا جب پانی سر سے گزر چکا ہوگا۔آج ہماری سیاسی، ثقافتی، معاشی اقداریں ہی بدل چکی ہیں۔یہود ونصاریٰ سے دوستی کے راگ الاپے جارہے۔ملکی معیشت سود پر مبنی، ایسے نظام سے وابستہ لوگ اور سارا سارا دن سودی نظام سے مربوط طبقہ اپنے آپکو معاشرے کا معزز ترین گروہ کہتا ہے۔کیا یہ زندگی ہمیشہ ہے سن لیں اللہ کیا اعلان فرماتا ہے۔:الذین یاکلون الربوا لایقومون الا کمایقوم الذی یتخبطه الشیطن من المس (البقرة:٢٧٥) جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ اس حال میں اٹھیں گے، جیسے کسی شیطان نے انہیں چھو کر باؤلا کردیا ہو۔اتنا عظیم گناہ کہ فرمایا:فاذنوا بحرب من الله ورسوله۔[البقرة:٢٧٩]

اگر تم سود سے باز نہیں آسکتے تو اللہ اور اسکے رسول کے مقابلہ میں اعلان جنگ کردو۔فرمان نبوی ہے:الربا ثلاثة وسبعون بابا اسفلها مثل أن ینکح الرجل امه (ابن ماجہ) سود کے گناہ کے تہتر درجات ہیں

سب سے ہلکا یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی ماں سے نکاح کرے۔ ہمارے ملک کے بینکوں اور اسٹیٹ لائف کمپنیوں میں یہی سودی نظام رائج ہے کہ جسے چھوڑنے کے لئے کوئی تیار نہیں۔ انعامی بانڈز کے نام پر جو اعروج کو پہنچ چکا ہے ان برائیوں پر کوئی پابندی نہیں، عریانی، فحاشی، ظلم وبربریت زوروں پر ہے۔ مسلمانو! اگر آج ہم اپنے رب کی طرف رجوع کر کے اپنے گناہوں کی معافی طلب کرلیں گے تو یقیناً آنے والی مصیبتوں سے بھی اور آخرت کی ذلت سے محفوظ ہو سکتے ہیں۔ ذرا غور سے سوچیں! کہ نبی کائنات ﷺ نے گناہوں کا ارتکاب کرنیوالوں کے بارے میں کیا ارشاد فرمایا ہے: ثلاثة لاینظر الیھم یوم القیامة العاق لوالدیه والمرأة المترجلة والدیوث (سنن نسائی) کہ روز قیامت اللہ تعالیٰ تین آدمیوں کی طرف نظر کرم نہیں فرمائے گا۔ 1۔ والدین کا نافرمان۔ 2۔ مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورت۔ 3۔ دیوث، (دیوث وہ شخص ہے جسکی بیوی غیر محرموں کے سامنے بے پردہ آئے اور اسے غیرت نہ آئے)

مسلمان بھائیو! سوچ لیں کہیں ان گناہوں میں ملوث ہو کر ہم قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی نظر رحمت سے ہی محروم نہ ہوجائیں۔ کچھ تو ایسے بدنصیب بھی ہونگے کہ جنکی آنکھوں کی بینائی بھی چھین لی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "ومن اعرض عن ذکری فان له معیشة ضنكا. ونحشره یوم القیامة اعمی قال رب لم حشرتنی اعمی وقد كنت بصیرا. قال كذلك اتتك ایاتنا فنسیتها و كذلك الیوم تنسی. [(طه:۱۲۴،۱۲۶] جس نے میرے ذکر سے منہ موڑ لیا اسکی معیشت تنگ اور ہم اسے روز قیامت اندھا کر کے اٹھائیں گے، یہ عرض کرے گا اے اللہ! تو نے مجھے اندھا کر کے کیوں اٹھایا حالانکہ میں تو دیکھتا تھا؟ اللہ فرمائے گا تیرے پاس میری آیات آئیں تو نے ان کو بھلا دیا اور آج تجھے بھلا دیا گیا۔ رسول مکرم ﷺ نے "معیشة ضنكا" کی تفسیر بیان فرمائی کہ ایسے شخص کی قبر تنگ ہوجائے گی۔ [(سنن ابن ماجہ]

مسلمان بھائیو! ذرا اندازہ تو کریں کہ کن کن گناہوں پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہوتی ہے، کیا ابھی وقت نہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچ جائیں، اپنے مالک کو راضی کرلیں، گناہوں کو چھوڑ کر سچی توبہ کرلیں، اپنی آخرت کی فکر کرلیں، جونہی ہم اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی بخشش مانگیں گے تو اللہ تعالیٰ کو غفار پائیں گے وہ آسمان سے موسلا دھار بارشیں برسائے گا بیٹوں اور مالوں کی فراوانی ہوگی، باغات اور نہروں کی کثرت ہوگی، دنیا اور آخرت کی نعمتوں سے نوازا جائے گا، موت کے فوراً بعد فرشتوں کا نزول ہوگا جنہوں نے اس دنیا میں حقیقی توبہ کی، نیک اور صالحہ اعمال کیے قیامت کے دن ان کے چہرے روشن ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے "یاایتها النفس المطمئنة" کی آواز آئے گی۔ لیکن جنہوں نے توبہ نہ کی، گناہ پہ گناہ کرتے رہے، عبادت کی روح نہ سمجھی، ایسے لوگوں کو اپنی فکر کرنی چاہیے کہ وہ دن دور نہیں جب پچھتاوے کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔ آیئے ہم سب مل کر اپنے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے سچی توبہ، نیک اور صالحہ اعمال اپنانے کا عہد کریں تاکہ ہم روز محشر کی ذلت سے محفوظ رہ سکیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نیک اور صالحہ اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مدینہ یونیورسٹی میں ہر سال 4 طلبہ کا داخلہ ○ مدینہ یونیورسٹی ملائیشیا میں 20 سکالرشپ ○ ممتاز طلبہ کو ماہوار 500 روپے وظیفہ
وفاق المدارس میں سب سے زیادہ پوزیشنیں ○ دو وسیع و عریض بلڈنگوں میں کامیاب منتقلی ○ ہر سال 4 عمرہ اور 1 حج کے انعام کے بعد

جامعہ لاہور الاسلامیہ (رحمانیہ)
کا انقلابی قدم
جس کی ضرورت برسوں سے محسوس کی جارہی تھی

یونیورسٹیوں کا جدید ترین نظام تعلیم ○ مکمل سمیسٹر سسٹم ○ کمپیوٹر لیب ○ معیاری کلاس رومز
جدید سہولیات کے ساتھ ○ کرسیوں پر تعلیم ○ منظم لائبریری
برصغیر کے دینی مدارس اور عالم اسلام کی مایہ ناز اسلامی یونیورسٹیوں کے نصاب کا امتزاج
Diploma in Shariah Studies

نصاب: مکمل ترجمہ قرآن ◄ بلوغ المرام ◄ مشکوۃ المصابیح ◄ نحو وصرف کی مہارت ◄ فقہ السنہ ◄ عربی ادب وانشا ◄ عقیدہ ◄ تجوید ◄ سیرت ◄ اصول تفسیر وحدیث وفقہ

داخلہ کی اہلیت: میٹرک کے امتحان سے فارغ طلبہ — دوران تعلیم طلبہ کو ایف اے کی تیاری کروا کے بورڈ سے امتحان بھی دلوایا جائے گا

کلاسز کا اجراء 22 اپریل 2012ء

میٹرک کے بعد اس ڈیڑھ سالہ کورس کے دو مقاصد ہیں:
○ ہر مسلمان پر "لازمی دینی تعلیم" کے فریضہ کی تکمیل، بعد ازاں کسی بھی یونیورسٹی میں مروجہ تعلیم کا حصول
○ جامعہ ہذا یا عالم اسلام کی اسلامی یونیورسٹیوں میں بی ایس (ایم اے علوم اسلامیہ) کے چار سالہ کورس میں داخلہ لے کر دین کا مستند عالم بننا (دو سال کی تکمیل پر مدینہ یونیورسٹی میں داخلہ کے لیے سند دی جائے گی)۔

ڈاکٹر حافظ حسن مدنی
ڈائریکٹر فیکلٹی آف اسلامک سٹڈیز
99 بابر بلاک، نیوگارڈن ٹاؤن لاہور
03014415977

آہ! حافظ عبدالرشید اظہرؒ

مولانا عبدالجبار......مدرس جامعہ اہلحدیث لاہور

ابھی تک ہم شیخنا الکریم حافظ عبدالمنان نور پوریؒ کی وفات حسرت آیات کا صدمہ جانکاہ نہ بھولنے پائے تھے اور نہ ہی یہ عمر بھر بھول سکیں گے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک مزید آزمائش کا پہاڑ ڈاکٹر حافظ عبدالرشید اظہر کی شہادت کی شکل میں سہنا پڑا انا للہ وانا الیہ راجعون. کل نفس ذائقة الموت اپنی جگہ برحق، لاشک فیہ ہے اس سے نہ فرار ہے اور نہ انکار ہے لیکن موت العالم موت العالم بھی حقیقت غیر منکرہ ہے۔ آج کل بعض لوگوں نے ڈرامائی شخصیات کو شیخ الاسلام کا لقب دے رکھا ہے جو کہ اس عظیم وصف کے ساتھ یہ استہزائی شکل ہے، حقیقت میں اس وصف کے صحیح حقدار وہ فضیلۃ الدکتور رحمہ اللہ الغفور ہی تھے۔ آپ بہت سی صفات حسنہ کے ساتھ مزین تھے، جس شخص نے مرحوم و مغفور کے خطبات الجمعہ یا تقریبات البخاری رحمہ اللہ الباری سنے ہوں گے۔ قرآن کریم کی آیات کی کثرت تلاوت اور احادیث کی نصوص کی بارش برسا دیتے کہ سامعین کرام بہت ہی محظوظ ہوتے اور آپ کی قوت حافظہ اور ذہانت و فطانت کی داد دیئے بغیر نہ رہتے۔ بعینہٖ جس شخص نے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کی کتابوں کا مطالعہ کیا تو وہ یہ سمجھنے میں بے جا نہ ہوگا کہ جس طرح امام ابن تیمیہؒ اپنے مضمون کے استشہاد کے لیے فرقان حمید کی آیات کے انبار لگا دیتے ہیں، اسی طرح حافظ عبدالرشید اظہر صاحب بھی اس معاملے میں امہر تھے۔ ان کی طبیعت اور سادگی سے عام آدمی ان کی حقیقت کے ادراک سے قاصر رہتا تھا حالانکہ حقیقتاً میں علم و عمل سے معمور تھے، دفاع سنت میں بہت غیور تھے۔ راقم الحروف جب جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ سے ۱۹۷۹ء میں فارغ ہوا تو مدینہ یونیورسٹی میں داخلہ کی شدید تمنا لئے جامعہ تعلیمات اسلامیہ فیصل آباد گیا تو وہاں دو سالہ کورس کرنے کے ساتھ ساتھ تدریس کی پیش کش ہوئی لیکن دو سال ہونے کی وجہ سے پیش کش کو پس پشت کر دیا۔ اس کے بعد جامعہ سلفیہ کا رخ کیا یہاں بھی آخری کلاس میں داخلہ ممنوع تھا، بہرحال ڈاکٹر صاحب نے انٹرویو لیا تو داخلے کی اجازت مل گئی، یہ ان کا مجھ پر بہت بڑا احسان تھا، اس کے بعد فرمانے لگے کہ شاید آپ کا داخلہ مدینہ یونیورسٹی میں ہو جائے تو آپ کا نام غیر مناسب ہے کوئی اور نام رکھیں پھر خود ہی حافظ عبدالجبار رکھ دیا پھر اللہ کی توفیق اور حافظ صاحب کی سعی مشکور سے مدینہ یونیورسٹی میں داخلہ ہو گیا تو جب میں جامعہ اسلامیہ پہنچا تو حافظ صاحب بہت مسکرا کے ملے اور دوپہر کے کھانے میں شامل فرمایا، یہ کھانا انہوں نے خود اپنے دست مبارک سے تیار کیا تھا۔ حافظ صاحب کلیۃ الشریعۃ میں تیسرے سال میں تھے جبکہ میں کلیۃ الحدیث میں سال اول میں تھا۔ کبھی کبھی ملاقات ہو جاتی تھی اور جب ظہر کے بعد مسجد نبوی میں بذریعہ بس جاتے تو وہاں بھی ملاقات ہو جاتی تھی۔

اس کے بعد میں جامعہ اثریہ پشاور بطور مدرس چلا گیا تو جب کبھی حافظ صاحب پشاور آتے تو ملاقات ہو جاتی۔ ایک دن ظہر کی نماز کے بعد میں گھر پر ہی تھا کہ گھنٹی بجنے کی آواز آئی تو دیکھا کہ باہر حافظ صاحب تشریف فرما ہیں میری تو خوشی کی انتہاء نہ رہی پھر مجلس الضیوف میں بیٹھا کر حسب استطاعت ان کی تواضع کی۔ ایک دفعہ میں پشاور سے اسلام آباد آیا تو کسی مسجد میں ان کا خطبہ جمعہ تھا، بسیار تلاش کے بعد اس مسجد میں پہنچا جس جگہ حافظ صاحب نے خطبہ ارشاد فرمانا تھا، یقیناً خطبہ جمعہ سن کر میری تھکاوٹ بھی دور ہو گئی اور میرے علم میں بھی بہت اضافہ ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ خطبات یا دروس سے میرے علم کا اضافہ دو شخصیات سے ہوتا تھا ایک حافظ صاحب مرحوم و مغفور تھے اور دوسرے حافظ عبدالسلام بھٹوی صاحب حفظہ اللہ ہیں۔

اسی طرح 2003ء میں مجھے رابطۃ العالم اسلامی کی طرف سے تقریب الائمۃ والاعاۃ کے کورس کے لیے مکۃ المکرمہ جانا پڑا، اس کورس کے دوران حج کا موسم آ گیا اسی سال رابطہ کی طرف سے پروفیسر ساجد میر اور ڈاکٹر صاحب بھی حج کے لیے تشریف لے گئے، حج سے دس بارہ دن پہلے آئے تھے اور ان کی رہائش کا انتظام منیٰ میں رابطہ کی عمارت میں تھا۔ ان معزز مہمانوں کو نیچے والی منزل میں کمرے دیئے گئے اور ہم طلبہ اوپر والی منزل میں چلے گئے۔ کورس میں میرے ساتھ اسلام آباد سے عزیزم عزیز احمد تھے جو کہ اسلام آباد میں مکتب الرابطہ میں مسؤل الدعاۃ ہیں۔ وہاں مجھے ان دونوں بزرگوں کی خدمت کا کافی موقع ملا الحمدللہ عنداللہ فی ذلک الجزاء۔

اسی حج میں عرفات سے مزدلفہ کا سفر بھی میں نے حافظ صاحب کے ساتھ کیا، مزدلفہ میں نماز مغرب اور عشاء اکٹھی پڑھ کر میں اور حافظ صاحب کافی دیر تک مختلف موضوعات پر گفتگو کرتے رہے۔ آہ اجب یہ باتیں ذہن میں آتی ہیں تو طبیعت بڑی جذباتی ہو جاتی ہے (اللہ مجھے حوصلہ دے) حافظ صاحب کا حافظہ بہت زبردست تھا۔ ہم جب جامعہ اسلامیہ سے مسجد نبوی ﷺ میں آنے کے لیے ہم کوئی کتاب یا مذکرہ ساتھ لاتے تا کہ مغرب وعشاء کے درمیان مطالعہ کیا جائے لیکن کبھی ہم نے حافظ صاحب کے ہاتھ میں کتاب نہیں دیکھی اور اعلیٰ امتیازی نمبروں میں کامیاب ہوتے۔ اکثر مقامات میں بخاری شریف کی تقریبات میں ان دو ہستیوں کو ہی عموماً بلایا جاتا تھا ایک حافظ عبدالمنان نور پوریؒ اور دوسرے حافظ عبدالرشید اظہر کو۔ میری ہر ممکن کوشش ہوتی کہ ان کے دروس میں شامل ہوں آہ اب دونوں ہی اس عالم فانی سے عالم ثانی کی طرف چلے گئے ہیں۔ دو سال قبل قاری عزیر کی مسجد اقصیٰ جو کہ گلشن راوی میں ہے وہاں ڈاکٹر صاحب کا خطبہ جمعہ تھا، جمعہ کے بعد نتائج اور بعد میں کھانے کا اعلیٰ انتظام کیا گیا تھا، مجھے بھی بلایا گیا اس مجلس میں